تفسیر

نور القرآن

تالیف

پیر طریقت رہبر شریعت ثانی محدث اعظم پاکستان مفسر قرآن مبلغ اسلام

حضرت علامہ حضور باباجی پیر ابو النصر منظور احمد شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بانی و شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال

پارہ نمبر 16

www.jamiafaridia.org.pk , 040-4466985, 040-4460985

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ____________ تفسیر نور القرآن (پارہ نمبر 16)

مصنف ____________ علامہ پیر ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب

کمپوزنگ ____________ محمد ندیم فریدی جامعہ فریدیہ ساہیوال

معاون کمپوزنگ ____________ محمد اشفاق متعلم جامعہ فریدیہ ساہیوال

پروف ریڈنگ ____________ عبدالقدیر فریدی

طباعت ____________ فریدیہ پرنٹنگ پریس لیاقت چوک

ساہیوال فون 040-4221485

تاریخ طباعت ____________ جون 2011ء

ناشر ____________ مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون: 040-4466685,4466985

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۱۵۶	۵۹	۱۸	بستیوں والوں کے ظلم باعث اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا	۱۹۶
۱۵۸	۶۰	۱۸	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا سیدنا خضر کی تلاش میں سفر	۱۹۷
۱۵۸	۶۱	۱۸	سیدنا موسیٰؑ اور ان کے ساتھی سمندروں کے سنگم پر مچھلی بھول گئے	۱۹۸
۱۵۸	۶۲	۱۸	آگے جا کر سیدنا موسیٰ نے ناشتہ کا مطالبہ کیا	۱۹۹
۱۵۸	۶۳	۱۸	خادم نے کہا ہم تو مچھلی پیچھے ہی بھول گئے (شیطان نے بھلا دیا)	۲۰۰
۱۶۰	۶۴	۱۸	پھر دونوں واپس لوٹے جہاں مچھلی سمندر میں گئی تھی	۲۰۱
۱۶۰	۶۵	۱۸	سیدنا خضر علیہ السلام سے ملاقات کا ذکر	۲۰۲
۱۶۰	۶۶	۱۸	سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا مجھے وہ علم سکھائیں جو آپ کو دیا گیا	۲۰۳
۱۶۰	۶۷	۱۸	سیدنا خضر نے کہا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے	۲۰۴
۱۶۰	۶۸	۱۸	سیدنا خضر نے کہا آپ کیسے صبر کریں گے جس کا علم ہی آپ کے پاس نہیں	۲۰۵
۱۶۰	۶۹	۱۸	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی صبر کرنے کی یقین دہانی	۲۰۶
۱۶۲	۷۰	۱۸	سیدنا خضر نے کہا مجھ سے کسی قسم کا سوال نہ کرنا	۲۰۷
۱۶۲	۷۱	۱۸	سیدنا خضر نے کشتی کو توڑ دیا جس پر سیدنا موسیٰ نے اعتراض کیا	۲۰۸
۱۶۲	۷۲	۱۸	سیدنا خضر نے کہا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے	۲۰۹
۱۶۲	۷۳	۱۸	سیدنا موسیٰ نے کہا میں بھول گیا لہذا مجھ پر سختی نہ کرو	۲۱۰
۱۶۲	۷۴	۱۸	سیدنا خضر نے معصوم بچے کو مار دیا پھر سیدنا موسیٰ کا اعتراض	۲۱۱
۱۶۵		۱۸	**پارہ نمبر 16**	۲۱۲
۱۶۵	۷۵	۱۸	سیدنا خضر نے پھر کہا کہ تم صبر نہ کر سکو گے	۲۱۳

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۱۴	سیدنا موسیٰ نے کہا اب میں بولوں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا	۱۸	۷۶	۱۶۵
۲۱۵	پھر دونوں نے ایک بستی والوں سے کھانا طلب کیا	۱۸	۷۷	۱۶۵
۲۱۶	بستی والوں کا کھانا دینے سے انکار	۱۸	۷۷	۱۶۵
۲۱۷	بستی میں ایک گرنے والی دیوار کو دونوں نے سیدھا کر دیا	۱۸	۷۷	۱۶۵
۲۱۸	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دیوار سیدھا کرنے پر پھر اعتراض	۱۸	۷۷	۱۶۵
۲۱۹	سیدنا خضر نے کہا اب میرے اور آپکے درمیان جدائی ہے	۱۸	۷۸	۱۶۵
۲۲۰	سیدنا خضر نے کشتی کو توڑنے کی حقیقت سے آگاہ کیا	۱۸	۷۹	۱۶۶
۲۲۱	معصوم لڑکے کو اس کے کفر کے سبب قتل کیا	۱۸	۸۰	۱۶۶
۲۲۲	اللہ تعالیٰ والدین کو نعم البدل عطا فرمائے گا	۱۸	۸۱	۱۶۶
۲۲۳	دیوار کے نیچے یتیم بچوں کا خزانہ تھا اس لئے ٹھیک کی	۱۸	۸۲	۱۶۷
۲۲۴	حضور ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرنا	۱۸	۸۳	۱۶۸
۲۲۵	اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذوالقرنین کو پوری زمین پر غلبہ دیا	۱۸	۸۴	۱۶۸
۲۲۶	ذوالقرنین کے سفر کا ذکر	۱۸	۸۵	۱۶۸
۲۲۷	ذوالقرنین سفر کرتے کرتے دنیا کے مغربی کنارے تک پہنچ گئے	۱۸	۸۶	۱۶۹
۲۲۸	انہوں نے قوم سے کہا ہم ظالم کو ضرور سزا دیں گے	۱۸	۸۷	۱۶۹
۲۲۹	ایمان لا کر عمل صالح کرنیوالے کو اچھا اجر ملے گا	۱۸	۸۸	۱۷۱
۲۳۰	ذوالقرنین کے دوسرے سفر کا ذکر	۱۸	۸۹	۱۷۱
۲۳۱	ذوالقرنین سفر کرتے کرتے دنیا کے مشرقی کنارے تک پہنچ گئے	۱۸	۹۰	۱۷۱

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۳۲	یہ واقعہ اسی طرح ہے جسے اللہ نے بیان فرمایا	۱۸	۹۱	۱۷۱
۲۳۳	ذوالقرنین کے ایک اور سفر کا ذکر	۱۸	۹۲	۱۷۱
۲۳۴	دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک قوم سے ملاقات	۱۸	۹۳	۱۷۲
۲۳۵	قوم نے ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کے ظلم کی شکائت کی	۱۸	۹۴	۱۷۲
۲۳۶	ذوالقرنین نے کہا میں ایک مضبوط دیوار بنادیتا ہوں	۱۸	۹۵	۱۷۲
۲۳۷	یاجوج ماجوج اور قوم کے درمیان دیوار بنانے کے مراحل	۱۸	۹۶	۱۷۲
۲۳۸	اسکے بعد یاجوج ماجوج اس دیوار کو توڑ نہ سکے	۱۸	۹۷	۱۷۵
۲۳۹	اللہ کے حکم کے بغیر یہ دیوار توڑ نہ سکیں گے	۱۸	۹۸	۱۷۵
۲۴۰	قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کو چھوڑ دیا جائے گا	۱۸	۹۹	۱۷۵
۲۴۱	قیامت کے دن دوزخ کافروں پر پیش کی جائے گی	۱۸	۱۰۰	۱۷۵
۲۴۲	کفار وہی ہیں جو حق کو سننے اور دیکھنے سے دُور رہے	۱۸	۱۰۱	۱۷۵
۲۴۳	اللہ کے نیک بندے کفار کے جھانسے میں نہیں آئیں گے	۱۸	۱۰۲	۱۷۷
۲۴۴	دنیوی زندگی کو سب کچھ سمجھنے والے خسارے میں ہیں	۱۸	۱۰۳۔۱۰۴	۱۷۷
۲۴۵	کفار کے اعمال کیلئے قیامت کے دن کوئی ترازو نصب نہیں ہوگا	۱۸	۱۰۵	۱۷۷
۲۴۶	اللہ کی آیات کو جھٹلانے اور رسولوں کا مذاق اُڑانیوالے جہنمی ہیں	۱۸	۱۰۶	۱۷۷
۲۴۷	صالح مومنوں کیلئے فردوس کی جنتوں کی مہمانی ہے	۱۸	۱۰۷	۱۷۹
۲۴۸	وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس کے بدلنے کی خواہش نہیں کریں گے	۱۸	۱۰۸	۱۷۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۴۹	اللہ کے کلمات سمندروں کی سیاہی سے لکھنے سے بھی زیادہ ہیں	۱۸	۱۰۹	۱۷۹
۲۵۰	محبوب! فرمادیجئے (میں خدانہ ہونے میں) تمہاری طرح بشر ہوں	۱۸	۱۱۰	۱۷۹
۲۵۱	حضورﷺ کی مثلیت پر تبصرہ	۱۸		۱۸۰
۲۵۲	**سورۂ مریم**	۱۹		۱۸۳
۲۵۳	حروف مقطعات	۱۹	۱	۱۸۴
۲۵۴	سیدنا زکریا علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تذکرہ	۱۹	۲	۱۸۴
۲۵۵	آپ کا اپنے رب کو چپکے سے پکارنا	۱۹	۳	۱۸۴
۲۵۶	سیدنا زکریا کی اللہ سے عجز وانکساری سے دعا کا ذکر	۱۹	۴	۱۸۴
۲۵۷	اللہ تعالیٰ سے بڑھاپے کی حالت میں بیٹے کیلئے دعا	۱۹	۵	۱۸۴
۲۵۸	ایسا بیٹا عطا فرما جسے تُو پسند فرمائے	۱۹	۶	۱۸۴
۲۵۹	سیدنا زکریا کے بیٹے کا نام اللہ تعالیٰ نے یحییٰ منتخب فرمایا	۱۹	۷	۱۸۶
۲۶۰	سیدنا زکریا نے عرض کیا یا اللہ میں بوڑھا میری بیوی بانجھ بیٹا کیسے ہوگا	۱۹	۸	۱۸۶
۲۶۱	اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میرے لئے بہت آسان ہے	۱۹	۹	۱۸۶
۲۶۲	اس دعا کی قبولیت پر اللہ نے سیدنا زکریا کو نشانی عطا فرمائی کہ	۱۹		
۲۶۳	تین دن تک کسی سے بات نہ کرسکو گے	۱۹	۱۰	۱۸۶
۲۶۴	سیدنا زکریا کا اپنی قوم کو اشارے سے تسبیح وتہلیل کا حکم	۱۹	۱۱	۱۸۸
۲۶۵	سیدنا یحییٰ کو بچپن سے ہی نبوت اور کتاب دینے کا تذکرہ	۱۹	۱۲	۱۸۸
۲۶۶	اللہ نے سیدنا یحییٰ کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا فرمائی	۱۹	۱۳	۱۸۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۶۷	سیدنا یحییٰ علیہ السلام اپنے والدین سے حسن سلوک سے پیش آتے	۱۹	۱۴	۱۸۸
۲۶۸	سیدنا یحییٰ علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے سلامتی کا نزول	۱۹	۱۵	۱۸۸
۲۶۹	سیدہ مریم علیہا السلام کا گھر سے دور مشرق کیطرف جانیکا ذکر	۱۹	۱۶	۱۹۰
۲۷۰	سیدنا جبریل امین کا سیدہ مریمؑ کے سامنے بشر کی شکل میں آنا	۱۹	۱۷	۱۹۰
۲۷۱	سیدہ مریمؑ نے ڈرتے ہوئے اس سے اللہ کی پناہ مانگی	۱۹	۱۸	۱۹۰
۲۷۲	سیدنا جبریل امین نے کہا میں تو اللہ کی طرف سے بیٹا دینے آیا ہوں	۱۹	۱۹	۱۹۰
۲۷۳	سیدہ مریمؑ نے کہا بیٹا کیسے؟ مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں	۱۹	۲۰	۱۹۰
۲۷۴	انہوں نے جواباً کہا ایسا کرنا اللہ کیلئے بہت آسان ہے	۱۹	۲۱	۱۹۲
۲۷۵	سیدہ مریمؑ حاملہ ہوگئیں اور حمل کو لے کر دور مقام پر چلی گئیں	۱۹	۲۲	۱۹۲
۲۷۶	دردِ زہ کی تکلیف سے سیدہ مریمؑ کی پریشانی کا ذکر	۱۹	۲۳	۱۹۲
۲۷۷	اللہ تعالیٰ نے آپکی پائنتی کی جانب چشمہ جاری فرمادیا	۱۹	۲۴	۱۹۲
۲۷۸	اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت سے تروتازہ کھجوریں عطا فرمائیں	۱۹	۲۵	۱۹۴
۲۷۹	سیدہ مریمؑ نے ایک دن بات نہ کرنے کی نذر مانی	۱۹	۲۶	۱۹۴
۲۸۰	لوگوں نے بچے کو دیکھ کر مریمؑ سے کہا تو بڑا سنگین کام کیا ہے	۱۹	۲۷	۱۹۴
۲۸۱	لوگوں نے کہا نہ تمہارا باپ بُرا تھا نہ تمہاری ماں بدچلن تھی	۱۹	۲۸	۱۹۴
۲۸۲	سیدہ مریم علیہا السلام نے لوگوں کی باتیں سن کر بچے کی طرف اشارہ کیا	۱۹	۲۹	۱۹۶
۲۸۳	لوگوں نے کہا ہم اس سے پنگھوڑے میں کیسے بات کریں؟	۱۹	۳۰	۱۹۶
۲۸۴	سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پنگھوڑے میں شاندار تقریر	۱۹	۳۱،۳۲،۳۳	۱۹۶

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۲۸۵	لوگو! شک کی بات نہیں یہی عیسیٰ بن مریم ہیں	۱۹	۳۴	۱۹۷
۲۸۶	یہ اللہ کی شان نہیں کہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے	۱۹	۳۵	۱۹۷
۲۸۷	سیدنا عیسیٰ نے کہا اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو	۱۹	۳۶	۱۹۸
۲۸۸	نصاریٰ کی جماعتوں میں اختلاف کا ذکر	۱۹	۳۷	۱۹۸
۲۸۹	قیامت کے دن ظالموں کو پتہ چل جائیگا کہ وہ گمراہی میں تھے	۱۹	۳۸	۱۹۹
۲۹۰	محبوب! کفار کو حسرت وندامت کے دن سے ڈرائیں	۱۹	۳۹	۱۹۹
۲۹۱	اللہ تعالیٰ ہی زمین اور اس میں جو کچھ ہے اس کا مالک ہے	۱۹	۴۰	۱۹۹
۲۹۲	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کہ وہ سچے نبی تھے	۱۹	۴۱	۲۰۱
۲۹۳	سیدنا ابراہیمؑ کا اپنے باپ (چچا آذر) کو بتوں کی پوجا سے روکنا	۱۹	۴۲	۲۰۱
۲۹۴	سیدنا ابراہیم کا اپنے باپ کو اپنی پیروی کرنے کا حکم	۱۹	۴۳	۲۰۱
۲۹۵	شیطان کی پیروی سے روکنا بیشک شیطان تو رب کا نافرمان ہے	۱۹	۴۴	۲۰۱
۲۹۶	آپ شیطان کے ساتھی ہوگئے تو اللہ کی طرف سے عذاب آئے گا	۱۹	۴۵	۲۰۱
۲۹۷	باپ نے جواباً کہا اگر تو باز نہ آیا تو تجھے سنگسار کروں گا	۱۹	۴۶	۲۰۳
۲۹۸	سیدنا ابراہیمؑ نے کہا میں تیرے لئے استغفار کروں گا	۱۹	۴۷	۲۰۳
۲۹۹	آپؑ نے فرمایا میں تجھے اور تیرے معبودان باطل کو چھوڑتا ہوں	۱۹	۴۸	۲۰۳
۳۰۰	سیدنا ابراہیمؑ اُنہیں چھوڑ کر چلے گئے تو اللہ نے اسحاق و			
۳۰۱	یعقوب سے نوازا اور اُنہیں نبی بنایا	۱۹	۴۹	۲۰۴
۳۰۲	اور اُنہیں اپنی طرف سے رحمت سے نوازا	۱۹	۵۰	۲۰۴

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۰۳	قرآن مقدس میں سیدنا موسیٰؑ اور انکی نبوت کا ذکر	۱۹	۵۱	۲۰۵
۳۰۴	اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کو کوہِ طور سے بلایا اور رازدار بنایا	۱۹	۵۲	۲۰۵
۳۰۵	اللہ نے اُنہیں اُن کے بھائی ہارون نبی بنا کر عطا فرمائے	۱۹	۵۳	۲۰۵
۳۰۶	قرآن مقدس میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ	۱۹	۵۴	۲۰۵
۳۰۷	سیدنا اسماعیلؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے	۱۹	۵۵	۲۰۶
۳۰۸	قرآن مقدس میں سیدنا ادریس علیہ السلام کا ذکر	۱۹	۵۶	۲۰۷
۳۰۹	اللہ تعالیٰ نے سیدنا ادریسؑ کو بلند جگہ پر اُٹھالیا	۱۹	۵۷	۲۰۷
۳۱۰	یہ سب اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا	۱۹	۵۸	۲۰۷
۳۱۱	نااہل جانشینوں کا ذکر جو نماز سے غفلت کرتے	۱۹	۵۹	۲۰۹
۳۱۲	مگر جنہوں نے توبہ کر لی اور ایمان لے آئے وہ جنتی ہونگے	۱۹	۶۰	۲۰۹
۳۱۳	اُن کیلئے ہمیشہ جنت ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے	۱۹	۶۱	۲۰۹
۳۱۴	جنتی جنت میں سلامتی کے سوا کوئی لغو بات نہیں سنیں گے	۱۹	۶۲	۲۰۹
۳۱۵	بیشک متقی ہی جنت کے وارث ہونگے	۱۹	۶۳	۲۰۹
۳۱۶	فرشتے تو اللہ کی مرضی سے ہی وحی لے کر نازل ہوتے ہیں	۱۹	۶۴	۲۱۱
۳۱۷	آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے ان کا رب اللہ ہی ہے	۱۹	۶۵	۲۱۱
۳۱۸	انسان تعجب کرتا ہے کہ میں مرنے کے بعد دوبارہ اُٹھایا جاؤں گا	۱۹	۶۶	۲۱۲
۳۱۹	کیا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ نے اُسے تب پیدا فرمایا جب وہ کچھ بھی نہ تھا	۱۹	۶۷	۲۱۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۲۰	اللہ سب کو قیامت کے دن اکٹھا فرمائے گا	۱۹	۶۸	۲۱۲
۳۲۱	شیطانوں کو جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے حاضر فرمائے گا	۱۹	۶۸	۲۱۲
۳۲۲	پھر اسکو لایا جائے گا جو رحمٰن کے سامنے زیادہ اکڑنے والا ہوگا	۱۹	۶۹	۲۱۲
۲۳	اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو جہنم کے زیادہ لائق ہیں	۱۹	۷۰	۲۱۳
۳۲۴	قیامت کے دن ہر انسان دوزخ پر وارد ہوگا	۱۹	۷۱	۲۱۴
۳۲۵	پھر متقین کو اللہ دوزخ سے نکال لے گا اور کفار وہیں رہیں گے	۱۹	۷۲	۲۱۴
۳۲۶	کفار اپنی دنیا کی خوشحالی کیوجہ سے مومنوں کے انجام کو کم تر جانتے	۱۹	۷۳	۲۱۴
۲۳۷	اللہ تو ان سے پہلے کتنی آرائش و زینت والونکو برباد کر چکا ہے	۱۹	۷۴	۲۱۴
۳۲۸	اللہ تعالیٰ گمراہوں اور زیادہ ڈھیل دے دیتا ہے	۱۹	۷۵	۲۱۶
۳۲۹	اور ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو زیادہ کر دیتا ہے	۱۹	۷۶	۲۱۶
۳۳۰	لوگ اللہ کی آیات کا انکار کر کے بھی قیامت کو مال اولاد کی توقع رکھتے ہیں	۱۹	۷۷	۲۱۶
۳۳۱	کیا ایسے لوگ غیب کو جانتے ہیں یا اللہ نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے؟	۱۹	۷۸	۲۱۸
۳۳۲	یہ جھوٹے ہیں اللہ ان کے عذاب کو اور لمبا فرما دے گا	۱۹	۷۹	۲۱۸
۳۳۳	اللہ تعالیٰ ہی اپنے رسولوں کی بات کا وارث ہے	۱۹	۸۰	۲۱۸
۳۳۴	کفار نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ انکی مدد کریں	۱۹	۸۱	۲۱۸
۳۳۵	قیامت کو انکے معبودان باطل ہی ان کی مخالفت کر دیں گے	۱۹	۸۲	۲۱۸
۳۳۶	کفار پر شیاطین مسلط ہیں جو انہیں برائیوں پر برانگیختہ کرتے ہیں	۱۹	۸۳	۲۱۸
۳۳۷	محبوب! انکے متعلق جلدی نہ کریں ہم انکی میعاد پوری کر رہے ہیں	۱۹	۸۴	۲۱۸

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۳۸	قیامت کو پرہیزگار عزت سے اللہ کے حضور اکٹھے ہونگے	۱۹	۸۵	۲۲۰
۳۳۹	اور مجرموں کو پیاسے جہنم کی طرف ہانک کرلایا جائیگا	۱۹	۸۶	۲۲۰
۳۴۰	اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کو شفاعت کا اختیار نہیں ہوگا	۱۹	۸۷	۲۲۰
۳۴۱	کفار نے اللہ کے ہاں بیٹا بنا رکھا ہے	۱۹	۸۸	۲۲۰
۳۴۲	کفار نے یہ بہت معیوب بات کی ہے	۱۹	۸۹	۲۲۰
۳۴۳	قریب اس بات پر آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے	۱۹	۹۰	۲۲۰
۳۴۴	پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں کہ انہوں نے اللہ کیلئے بیٹا کہا ہے	۱۹	۹۱،۹۰	۲۲۰
۳۴۵	اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کوئی بیٹا نہیں	۱۹	۹۲	۲۲۰
۳۴۶	زمین وآسمان کی ہر شیٔ اللہ کے ہاں بطور بندہ حاضر ہوگی	۱۹	۹۳	۲۲۰
۳۴۷	اللہ تعالیٰ نے ان سب کا شمار کرلیا ہے	۱۹	۹۴	۲۲۲
۳۴۸	قیامت کے دن اُس کے سامنے ہر ایک تنہا پیش ہوگا	۱۹	۹۵	۲۲۲
۳۴۹	اللہ تعالیٰ صالح مومنین کیلئے محبت پیدا فرمادے گا	۱۹	۹۶	۲۲۲
۳۵۰	محبوب! اللہ نے قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کردیا	۱۹	۹۷	۲۲۲
۳۵۱	اللہ جنکی پکڑ فرمائیگا اُن کی تو آواز بھی سنائی نہیں دے گی	۱۹	۹۸	۲۲۲
۳۵۲	**سورۂ طٰہٰ**	۲۰		۲۲۴
۳۵۳	حروف مقطعات	۲۰	۱	۲۲۵
۳۵۴	محبوب! ہم نے قرآن آپ پر مشقت کیلئے نازل نہیں کیا	۲۰	۲	۲۲۵
۳۵۵	یہ صرف ان کیلئے نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں	۲۰	۳	۲۲۵

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۵۶	اس کو تو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے	۲۰	۴	۲۲۵
۳۵۷	جو رحمان ہے اور اپنی شان کے لائق عرش پر جلوہ گر ہے	۲۰	۵	۲۲۵
۳۵۸	جو کچھ آسمان و زمین اور اسکی تہہ میں ہے سب کا مالک ہے	۲۰	۶	۲۲۵
۳۵۹	اللہ تعالیٰ تو آہستہ سے آہستہ آواز کو بھی سن لیتا ہے	۲۰	۷	۲۲۵
۳۶۰	تمام اچھے نام اللہ کے ہیں اسکے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں	۲۰	۸	۲۲۵
۳۶۱	(اے محبوب) کیا آپ کو موسیٰ کے قصہ کی اطلاع پہنچی	۲۰	۹	۲۲۷
۳۶۲	سیدنا موسیٰؑ کا آگ دیکھ کر اس کی طرف جانا	۲۰	۱۰	۲۲۷
۳۶۳	جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ!	۲۰	۱۱	۲۲۷
۳۶۴	یہ پکار اللہ کی طرف سے تھی، آپکو وہاں جوتے اتارنے کا حکم	۲۰	۱۲	۲۲۷
۳۶۵	کیونکہ سیدنا موسیٰؑ اس وقت مقدس میدان طویٰ میں تھے	۲۰	۱۲	۲۲۷
۳۶۶	اُس وقت اللہ نے سیدنا موسیٰ کا رسالت کیلئے انتخاب فرمایا	۲۰	۱۳	۲۲۷
۳۶۷	اللہ نے فرمایا میری ہی عبادت کرو اور نماز قائم کرو	۲۰	۱۴	۲۲۷
۳۶۸	اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کے علم کو مخفی رکھا	۲۰	۱۵	۲۲۹
۳۶۹	قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روک دے جو نہ مانتا ہو	۲۰	۱۶	۲۲۹
۳۷۰	موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ نے سوال فرمایا کہ دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟	۲۰	۱۷	۲۲۹
۳۷۱	آپ نے جواب دیا کہ یہ عصا ہے اور اس کے کام گنوائے	۲۰	۱۸	۲۲۹
۳۷۲	اللہ نے فرمایا موسیٰ! اسے ڈالو	۲۰	۱۹	۲۲۹
۳۷۳	جب اُسے ڈالا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ تھا	۲۰	۲۰	۲۲۹

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۷۴	فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم ابھی اسے پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے	۲۰	۲۱	۲۳۱
۳۷۵	سیدنا موسیٰؑ کے بغل میں ہاتھ لیجانے والے معجزے کا ذکر	۲۰	۲۳،۲۲	۲۳۱
۳۷۶	سیدنا موسیٰؑ کو سرکش فرعون کے پاس تبلیغ کیلئے جانیکا حکم	۲۰	۲۴	۲۳۱
۳۷۷	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اللہ کی بارگاہ میں دعا	۲۰	۲۷،۲۶،۲۵	۲۳۳
۳۷۸	دعا اس لئے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں	۲۰	۲۸	۲۳۳
۳۷۹	اور خاندان سے (یعنی بھائی ہارون کو) وزیر مقرر کرنے کی التجا	۲۰	۳۰،۲۹	۲۳۳
۳۸۰	میری کمر کو اس کے ذریعے مضبوط فرما اور اسے کام میں میرا شریک بنا	۲۰	۳۲،۳۱	۲۳۳
۳۸۱	تا کہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں اور تیرا ذکر کریں	۲۰	۳۴،۳۳	۲۳۳
۳۸۲	بے شک تو ہمارے ظاہر و باطن کو خوب دیکھنے والا ہے	۲۰	۳۵	۲۳۳
۳۸۳	سیدنا موسیٰ کی دعا کی قبولیت کی بشارت	۲۰	۳۶	۲۳۵
۳۸۴	سیدنا موسیٰ پر اللہ کی طرف سے پہلے کئے گئے احسان کا ذکر	۲۰	۳۷	۲۳۵
۳۸۵	جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی ماں کی طرف وحی فرمائی	۲۰	۳۸	۲۳۵
۳۸۶	آپ کو بچپن میں صندوق میں رکھ کر دشمن سے بچانے کا ذکر	۲۰	۳۹	۲۳۵
۳۸۷	اللہ نے دشمن کے ہاتھوں آپکی پرورش فرمائی	۲۰	۳۹	۲۳۵
۳۸۸	دودھ پلانے کیلئے عظیم حکمت عملی سے آپکی ہی ماں کا انتظام	۲۰	۴۰	۲۳۶
۳۸۹	اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاص اپنے لئے چن لیا	۲۰	۴۱	۲۳۶
۳۹۰	سیدنا موسیٰ و ہارون کو فرعون کے پاس جاتے ہوئے اللہ کو یاد رکھنے کا حکم	۲۰	۴۳،۴۲	۲۳۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۳۹۱	فرعون سے نرمی سے بات کرنے کا حکم	۲۰	۴۴	۲۳۸
۳۹۲	دونوں نے کہا اے اللہ! ہمیں ڈر ہے کہ وہ زیادتی کرے گا	۲۰	۴۵	۲۳۸
۳۹۳	اللہ تعالیٰ نے فرمایا ڈرومت میں تمہارے ساتھ ہوں	۲۰	۴۶	۲۳۸
۳۹۴	فرعون کے ساتھ کی جانے والی باتوں کا ذکر	۲۰	۴۷	۲۳۸
۳۹۵	عذاب اسی پر ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیردی	۲۰	۴۸	۲۴۰
۳۹۶	فرعون نے سوال کیا کہ تمہارا رب کون ہے؟	۲۰	۴۹	۲۴۰
۳۹۷	موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص خلقت دی پھر ہدایت دی	۲۰	۵۰	۲۴۰
۳۹۸	فرعون نے پھر پہلی قوموں کے حالات سے متعلق سوال کیا	۲۰	۵۱	۲۴۰
۳۹۹	آپ نے کہا اس کا علم میرے رب کے پاس محفوظ ہے	۲۰	۵۲	۲۴۰
۴۰۰	رب ذوالجلال کی عظیم صفات وانعامات کا ذکر	۲۰	۵۳	۲۴۱
۴۰۱	اللہ کی نعمتوں کو خود بھی کھاؤ اور مویشیوں کو بھی چراؤ	۲۰	۵۴	۲۴۱
۴۰۲	اللہ نے زمین سے ہی پیدا فرمایا اور اسی میں لوٹ کر جانا ہے	۲۰	۵۵	۲۴۱
۴۰۳	فرعون نے اللہ کی نشانیاں دیکھنے کے باوجود جھٹلایا اور انکار کیا	۲۰	۵۶	۲۴۳
۴۰۴	فرعون نے کہا کیا تم اپنے جادو کے زور سے مجھے ملک بدر کرنے آئے ہو	۲۰	۵۷	۲۴۳
۴۰۵	اس نے بھی سیدنا موسیٰ کا مقابلہ جادو سے کرنیکا فیصلہ کیا	۲۰	۵۸	۲۴۳
۴۰۶	مقابلہ کے وقت اور دن کا تعین	۲۰	۵۹	۲۴۳
۴۰۷	فرعون نے جادوگروں کا اکٹھا کرنا شروع کردیا	۲۰	۶۰	۲۴۵

نمبر شمار	مضامین	سورة	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۰۸	سیدنا موسیٰؑ نے ڈرایا کہ اللہ پر بہتان نہ باندھو ورنہ عذاب ہوگا	۲۰	۶۱	۲۴۵
۴۰۹	فرعونی آپس میں جھگڑنے لگے اور سرگوشیاں کرنے لگے	۲۰	۶۲	۲۴۵
۴۱۰	فرعونی سیدنا موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو جادوگر سمجھتے تھے	۲۰	۶۳	۲۴۵
۴۱۱	مقابلہ میں وہی کامیاب ہوگا جو غالب رہے گا	۲۰	۶۴	۲۴۷
۴۱۲	فرعونی جادوگروں نے موسیٰؑ سے پوچھا پہلے ہم شروع کریں یا تم	۲۰	۶۵	۲۴۷
۴۱۳	جادوگروں کی رسیاں ایسے دوڑتی دکھائی دیتی تھیں جیسے سانپ	۲۰	۶۶	۲۴۷
۴۱۴	موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل میں کچھ خوف سا محسوس کیا	۲۰	۶۷	۲۴۷
۴۱۵	اللہ نے فرمایا، ڈریں مت آپ ہی غالب ہوں گے	۲۰	۶۸	۲۴۷
۴۱۶	آپ کو عصا مبارک ڈالنے کا حکم	۲۰	۶۹	۲۴۷
۴۱۷	عصا مبارک ان تمام سانپوں کو نگل گیا	۲۰	۶۹	۲۴۷
۴۱۸	تمام جادوگر ایمان لاتے ہوئے سجدے میں گر گئے	۲۰	۷۰	۲۴۹
۴۱۹	انکے ایمان لانے پر فرعون سیخ پا ہو گیا اور سزا دینے کا فیصلہ کیا	۲۰	۷۱	۲۴۹
۴۲۰	انہوں نے صراحتاً کہا ہم کسی بھی صورت پھرنے والے نہیں	۲۰	۷۲	۲۵۱
۴۲۱	ہم اللہ پر ایمان لا چکے اور وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے گا	۲۰	۷۳	۲۵۱
۴۲۲	بے شک اللہ کے مجرم کیلئے جہنم ہے	۲۰	۷۴	۲۵۲
۴۲۳	صالح مومنین کیلئے بلند درجات ہیں	۲۰	۷۵	۲۵۲
۴۲۴	وہ جنتیں ہمیشہ رہنے والی ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہیں	۲۰	۷۶	۲۵۲
۴۲۵	سیدنا موسیٰ کو مصر سے ساتھیوں سمیت جانے کا حکم	۲۰	۷۷	۲۵۴

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۲۵۴	۷۷	۲۰	آپ نے عصا سمندر میں مارا تو خشک راستہ بن گیا	۴۲۶
۲۵۴	۷۸	۲۰	فرعون نے تعاقب کیا اور سمندر میں غرق ہو گیا	۴۲۷
۲۵۴	۷۹	۲۰	فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھی راہ نہ دکھائی	۴۲۸
۲۵۴	۸۰	۲۰	اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن سے بچالیا	۴۲۹
۲۵۶	۸۱	۲۰	اللہ کی دی ہوئی پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم	۴۳۰
۲۵۶	۸۲	۲۰	جو توبہ کر کے ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے ضرور معاف فرماتا ہے	۴۳۱
۲۵۶	۸۳	۲۰	سیدنا موسیٰ سے قوم کو جلدی چھوڑ کر جانے کے بارے استفسار	۴۳۲
۲۵۶	۸۴	۲۰	موسیٰؑ نے عرض کی یا اللہ میں نے جلدی تجھے راضی کرنے کیلئے کی	۴۳۳
۲۵۸	۸۵	۲۰	اللہ نے آپ کے بعد قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا اور سامری نے گمراہ کیا	۴۳۴
۲۵۸	۸۶	۲۰	سیدنا موسیٰ علیہ السلام غم وغصہ سے قوم کو طرف پلٹے اور ناراض ہوئے	۴۳۵
۲۵۹	۸۷	۲۰	قوم نے جواباً ساری صورتحال ذکر کی	۴۳۶
۲۵۹	۸۸	۲۰	سامری نے بچھڑا کا مجسمہ بنا کر لوگوں سے کہا یہی معبود ہے	۴۳۷
۲۶۰	۸۹	۲۰	کیا یہ لوگ نہ جانتے تھے کہ یہ بچھڑا کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں	۴۳۸
۲۶۱	۹۰	۲۰	سیدنا ہارون علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ اس سے باز رہو	۴۳۹
۲۶۱	۹۱	۲۰	قوم نے کہا ہم موسیٰ علیہ السلام کے آنے تک اسی کی پوجا کریں گے	۴۴۰
۲۶۱	۹۳،۹۲	۲۰	سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام سے باز پرس	۴۴۱
۲۶۲	۹۴	۲۰	ہارون علیہ السلام نے جواباً کہا میں تو اس لئے رک گیا کہ بنی اسرائیل میں تفرقہ نہ پڑ جائے	۴۴۲

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۴۳	موسیٰ علیہ السلام کی سامری سے باز پرس	۲۰	۹۵	۲۶۴
۴۴۴	سامری نے بچھڑے کے بولنے کا سارا قصہ سنا دیا	۲۰	۹۶	۲۶۴
۴۴۵	سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا اب تو ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہیگا	۲۰	۹۷	۲۶۴
۴۴۶	موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو سمجھایا کہ تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے	۲۰	۹۸	۲۶۶
۴۴۷	اے محبوب! اسی طرح اللہ نے آپکو پچھلی خبروں سے آگاہ کیا	۲۰	۹۹	۲۶۶
۴۴۸	جس نے ان سے منہ موڑا وہ قیامت کے دن بوجھ تلے ہوگا	۲۰	۱۰۰	۲۶۶
۴۴۹	قیامت کے دن اس کیلئے کیسا برا بوجھ ہوگا	۲۰	۱۰۱	۲۶۶
۴۵۰	قیامت کے دن اُن کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی	۲۰	۱۰۲	۲۶۶
۴۵۱	وہ آپس میں کہیں گے ہم تو دنیا میں صرف دس دن ٹھہرے	۲۰	۱۰۳	۲۶۸
۴۵۲	بلکہ ان میں سے سمجھدار کہے گا ہم تو صرف ایک دن ٹھہرے	۲۰	۱۰۴	۲۶۸
۴۵۳	اللہ تعالیٰ پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے اُڑا دے گا	۲۰	۱۰۵	۲۶۸
۴۵۴	اور زمین کو کھلے ہوئے میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا	۲۰	۱۰۶	۲۶۸
۴۵۵	آپ اُس زمین میں نہ تو کوئی کجی دیکھیں گے نہ نیچ اونچ	۲۰	۱۰۷	۲۶۸
۴۵۶	اس دن رحمان کے خوف سے سب کی آوازیں آہستہ ہوں گی	۲۰	۱۰۸	۲۶۸
۴۵۷	اللہ کی اجازت کے علاوہ کوئی سفارش فائدہ نہ دے گی	۲۰	۱۰۹	۲۷۰
۴۵۸	لوگ اللہ کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے	۲۰	۱۱۰	۲۷۰
۴۵۹	اللہ کے سامنے سب ذلت سے اطاعت کر رہے ہیں	۲۰	۱۱۱	۲۷۰
۴۶۰	صالح مومن کو نہ ظلم کا خوف ہوگا نہ نقصان کا	۲۰	۱۱۲	۲۷۰

صفحہ نمبر	آیت نمبر	سورۃ	مضامین	نمبر شمار
۲۷۲	۱۱۳	۲۰	اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو عربی میں نازل فرمایا	۴۶۱
۲۷۲	۱۱۴	۲۰	محبوب! آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے	۴۶۲
۲۷۲	۱۱۴	۲۰	بلکہ دعا کیا کریں کہ اے اللہ میرے علم میں اضافہ فرما	۴۶۳
۲۷۲	۱۱۵	۲۰	آپ سے پہلے اللہ نے آدمؑ سے عہد لیا اور وہ بھول گئے	۴۶۴
۲۷۲	۱۱۵	۲۰	مگر اللہ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی طرف سے نافرمانی کا قصد نہ پایا	۴۶۵
۲۷۴	۱۱۶	۲۰	ابلیس کے سوا تمام فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا	۴۶۶
۲۷۴	۱۱۷	۲۰	اللہ نے آدمؑ کو بتادیا تھا کہ یہ تمہارا دشمن ہے کہیں جنت سے نہ نکلوا دے	۴۶۷
۲۷۴	۱۱۸	۲۰	اللہ نے وعدہ فرمایا کہ آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے نہ برہنہ	۴۶۸
۲۷۴	۱۱۹	۲۰	جنت میں نہ پیاس ہوگی نہ دھوپ کی تپش	۴۶۹
۲۷۴	۱۲۰	۲۰	شیطان نے سیدنا آدم وحوا علیہما السلام کو وسوسہ میں مبتلا کردیا	۴۷۰
۲۷۶	۱۲۱	۲۰	ممنوعہ درخت سے کھاتے ہی ان کے ستر کھل گئے	۴۷۱
۲۷۶	۱۲۲	۲۰	بعد میں اللہ نے انہیں برگزیدہ فرمایا اور اُنکی توبہ قبول فرمائی	۴۷۲
۲۷۷	۱۲۳	۲۰	دونوں کو زمین میں اُترنے کا حکم	۴۷۳
۲۷۷	۱۲۳	۲۰	جس نے اللہ کی ہدایت کی پیروی کی وہ نہ بھٹکے گا نہ بدنصیب ہوگا	۴۷۴
۲۷۷	۱۲۴	۲۰	جس نے اللہ کی یاد سے منہ پھیر لیا اس کیلئے زندگی تنگ ہوگی	۴۷۵
۲۷۷	۱۲۴	۲۰	اور اُسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اندھا اُٹھائے گا	۴۷۶
۲۷۷	۱۲۵	۲۰	وہ کہے گا یا اللہ میں تو دنیا میں بینا تھا	۴۷۷
۲۷۹	۱۲۶	۲۰	اللہ فرمائے گا یہ میری نشانیاں بھلانے کے سبب ہوا	۴۷۸

نمبر شمار	مضامین	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۴۷۹	جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اُسے اسی طرح عذاب ہوگا	۲۰	۱۲۷	۲۷۹
۴۸۰	کیا وہ نہ سمجھے کہ اللہ نے ان سے پہلے کتنی بستیوں کو ہلاک کیا	۲۰	۱۲۸	۲۷۹
۴۸۱	اگر اللہ کی طرف معیاد مقرر نہ ہوتی تو انہیں فوری عذاب پکڑ لیتا	۲۰	۱۲۹	۲۸۱
۴۸۲	محبوب! آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور اللہ کی حمد کرتے رہیں	۲۰	۱۳۰	۲۸۱
۴۸۳	نمازوں کے اوقات کا تذکرہ	۲۰	۱۳۰	۲۸۱
۴۸۴	اے ایمان والو، دنیا کی آرائش سے آپ کی آنکھیں چندھیا نہ جائیں	۲۰	۱۳۱	۲۸۳
۴۸۵	آپ کیلئے اللہ کا دیا ہوا رزق ہی بہتر ہے	۲۰	۱۳۱	۲۸۳
۴۸۶	محبوب! گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اللہ خود ہی رزق عطا فرمائے گا	۲۰	۱۳۲	۲۸۳
۴۸۷	کفار نے کہا ہمارے پاس کوئی معجزہ کیوں نہیں لاتے	۲۰	۱۳۳	۲۸۴
۴۸۸	اگر اللہ انہیں رسول بھیجنے سے پہلے ہلاک فرما دیتا تو کہتے یا اللہ تو نے رسول کیوں نہ بھیجا	۲۰	۱۳۴	۲۸۵
۴۸۹	آپ فرمادیں، انتظار کرو پتہ چل جائے گا کہ سیدھی راہ والا کون ہے	۲۰	۱۳۵	۲۸۵

تمت بالخیر بفضلہٖ تعالیٰ

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ
مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ
عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾
فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ
قَرْيَةِ اِۨسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ
يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا
يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ
لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ
سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ
عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾

صدق اللہ العظیم

(خضر نے) کہا میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ بے شک تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے (۷۵) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کوئی سوال کیا تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیں آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں (۷۶) پھر وہ دونوں چل پڑے حتیٰ کہ وہ دونوں ایک بستی والوں کے پاس آئے اور اُن سے کھانا طلب کیا انہوں نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا پھر ان دونوں نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے والی تھی تو اس (خضر علیہ السلام) نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اُجرت لے لیتے (۷۷) خضر نے کہا اَب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اب میں آپ کو ان کاموں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر آپ صبر نہ کر سکے تھے۔ (۷۸)

تفسیر

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے آپ کو کہا نہ تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی اور کہا اس کے بعد اگر میں آپ سے کوئی سوال کروں تو مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھئے آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں، پھر سفر شروع ہوا دونوں ایک بستی والوں کے

پاس آئے اُن سے کھانا مانگا انہوں نے مہمان نوازی نہ کی، اس مقام پر یہ سوال درست نہ ہوگا کہ دونوں عظیم شخصیتیں ہیں مگر عام لوگوں سے کھانے کا سوال کر رہے ہیں، مسئلہ یہ ہے شدید بھوک ہو تو سوال جائز ہے قباحت نہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کا کھانے کیلئے سوال کرنا بتاتا ہے آپ فرشتہ نہیں انسان ہیں جن لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو فرشتہ کہا، جمہور کے خلاف کہا، جمہور کا فیصلہ یہی ہے حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے۔ ان دونوں نے وہاں اُس بستی میں ایک دیوار کو دیکھا جو گرنے والی تھی، حضرت خضر نے اُسے ٹھیک کر دیا، حضرت موسیٰ نے کہا آپ اس کام پر اُجرت لے سکتے تھے، جس سے پتہ چلتا ہے مزدوری کی اُجرت لینا جائز ہے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا اب میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے اب میں آپ کو ان واقعات کے متعلق بتاؤں گا جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ بعدد خلقہٖ

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ
فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ
وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ
غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ
فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾
فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا
مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا
الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى
الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا

بہر حال وہ کشتی چند مسکین لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے میں نے چاہا اس میں نقص ڈال دوں کہ ان کے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر صحیح کشتی کو چھین لیتا تھا (۷۹) رہا وہ لڑکا اس کے ماں باپ مومن تھے ہمیں یہ خطرہ ہوا کہ وہ انہیں سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا (۸۰) ہم نے چاہا اللہ انہیں اس کے بدلہ میں اچھا بچہ عطا فرمائے جو پاکیزہ اور رحم دل ہو (۸۱) رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے باسی دو یتیم بچوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ

وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ﴿۸۲﴾

صدق اللہ العظیم

نیک آدمی تھا، آپ کے رب نے یہ ارادہ کا کہ یہ دونوں بچے جوان ہو جائیں اور اپنے رب کی رحمت سے یہ خزانہ نکال لیں میں نے یہ کام اپنی رائے سے نہیں کئے ، یہ ہے ان کاموں کی حقیقت جن پر آپ صبر نہ کرسکے تھے۔(۸۲)

تفسیر

پہلا کام جو حضرت خضر علیہ السلام نے کیا وہ کشتی کو توڑنا تھا جس میں حکمت یہ تھی کہ یہ کشتی چند مسکینوں کی تھی جو محنت مزدوری کرتے تھے ان کے آگے ایک ظالم بادشاہ تھا جو اچھی کشتیوں پر قبضہ کرلیتا تھا آپ نے اس کشتی کو عیب دار بنادیا کہ وہ ظالم اس پر قبضہ نہیں کریگا اور مسکینوں کا کام چلتا رہے گا ان مسکینوں کے بارہ میں یہ بھی کہا گیا ہے وہ دس بھائی تھے پانچ اپاہج تھے اور پانچ سمندر میں کام رتے تھے۔

اس آیہ کریمہ سے امام شافعی علیہ الرحمہ نے استدلال فرمایا ہے کہ فقیر بہ نسبت مسکین کے زیادہ محتاج ہوتا ہے کہ اس آیہ میں مسکینوں کو کشتی کا مالک فرمایا گیا ہے یہ مالک تھے اور فقیر کسی مال کا مالک نہیں ہوتا۔

دوسرا کام: جو حضرت خضر علیہ السلام نے کیا وہ بچے کا قتل تھا، جس میں حکمت یہ تھی کہ یہ لڑکا بدکردار تھا ماں باپ کیلئے پریشان کن تھا، والدین لوگوں کو اس کے شر کو دور کرتے رہتے تھے اور کہتے رہتے یہ برا کام اُس نے نہیں کیا یہ ان کے فِسق کا سبب تھا اور خطرہ تھا کہ یہ فسق ان کے کفر تک پہنچ جائے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا ہم نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے ماں باپ کو اس سے بہتر بچہ عطا کردے جو پاکیزہ صفات رکھتا ہو اور رحم دل ہو۔

تیسرا کام: جو حضرت خضر علیہ السلام نے کیا وہ ایک دیوار کو ٹھیک کرنا تھا یہ دیوار گرنے والی تھی آپ نے درست کردی اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان لوگوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی، آپ چاہتے

تو اس دیوار کے ٹھیک کرنے پر اُن سے اُجرت لے سکتے تھے، دیوار کو ٹھیک کرنے میں حکمت یہ تھی یہ دیوار دو یتیموں کی تھی اس کے نیچے خزانہ دفن تھا اگر یہ دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا یہ یتیموں کا مال تھا جو ضائع ہو جاتا، ان بچوں کا باپ اچھا صالح تھا، قدرت کو یہ منظور تھا کہ وہ بچے بڑے ہو کر خزانہ نکالیں، ایک کا نام حریم تھا دوسرے کا نام ''اِحرام'' ۔اس خزانے کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں ایک یہ کہ یہ خزانہ سونے اور چاندی کا تھا ایک قول یہ ہے کہ یہ سونے کی ایک تختی تھی ،جس پر نصیحتیں درج تھیں، اصل صحیح تفسیر یہی ہے، جو حضرت ابوالدرداء نے بیان کی ہے کہ وہ خزانہ سونے اور چاندی کا تھا۔

آیہ مبارکہ کے آخر میں خضر علیہ السلام کا یہ قول ''ما فعلته عن امری'' بتاتا ہے یہ تینوں کام آپ نے اللہ کے حکم سے کئے ۔اس آیہ کریمہ میں یتیموں کا ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے یہ بچے نابالغ تھے بالغ ہو کر بچہ یتیم نہیں رہتا لڑکی نکاح ہو جانے تک یتیم ہی رہے گی۔ حضور ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کے متعلق فرمایا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا، ایک اور حدیث شریف میں ہے دل کی سختی دور کرنے کیلئے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اُسے کھانا کھلانا بہترین عمل ہے، ایک اور حدیث شریف میں ہے جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے ہر بال کے عوض نیکی کا اجر ملے گا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۸۳ۭ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۸۴ۙ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۸۵ حَتّٰٓي اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ

اور آپ سے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہئے عنقریب تمہارے سامنے ان کا کچھ ذکر کروں گا (۸۳) بے شک ہم نے انہیں زمین میں غلبہ دیا تھا اور بے شک ہم نے انہیں ہر شی کا سازو سامان دیا تھا (۸۴) سو وہ ایک راہ پر روانہ ہوا (۸۵) یہاں تک جب وہ غروب آفتاب کی جگہ پہنچا

عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿۸۶﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿۸۷﴾

صدق اللہ العظیم

تو اس نے اُسے یوں پایا گویا وہ ڈوب رہا ہے ایک سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں اور اس نے وہاں ایک قوم پائی اور ہم نے کہا اے ذوالقرنین (تمہیں اختیار ہے) انہیں عذاب دو یا ان سے اچھا سلوک کرو، (۸۶) ذوالقرنین نے کہا جس نے ظلم کیا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے پھر اُسے اس کے رب کی طرف لوٹا دیا جائے گا اور اسے سخت عذاب دے گا۔ (۸۷)

تفسیر

مشرکین مکہ نے یہود سے کہا ہمارے ہاں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تحقیق کریں کیا اس کا دعویٰ صحیح ہے، تم لکھے پڑھے لوگ ہو کوئی اہم سے سوالات بناؤ، یہود نے مشرکین سے کہا اُس سے روح کے بارہ میں سوال کرو، روح کیا ہے؟ دوسرا سوال یہ کرو کہ جو لوگ غار میں چلے گئے تھے اور پھر اُن پر کافی وقت گزرا وہ کون تھے؟ تیسرا سوال یہ کرو کہ ذوالقرنین کون تھا؟ پہلے دو سوالوں کا ذکر ہو گیا اب تیسرے سوال کا ذکر ہے، محبوب! (ﷺ) تجھ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں، کہہ دیجئے عنقریب کچھ ذکر کروں گا، ذوالقرنین ایک ایماندار بادشاہ تھا اللہ نے اُسے بہت سے مال و دولت سے نوازا تھا، وہ کئی ممالک کو فتح کرتے ہوئے ایک مقام پر پہنچا وہاں یاجوج ماجوج تھے، اُس نے اُنہیں وہاں مضبوط بندھ باندھ کر قید کر دیا، بعض نے کہا یہ سکندر رومی تھا، یہ صحیح نہیں، یہ ذوالقرنین تھا جس کا ذکر قرآن مقدس فرما رہا ہے اللہ پر ایمان رکھتا تھا اسے آخرت پر یقین تھا اس کے متعلق آزرتی کہتے ہیں یہ حضرت ابراہیم پر ایمان لایا تھا اور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبہ کا طواف بھی کیا تھا۔

اسے ذوالقرنین کہنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس کے سر کے دونوں طرف سینگ کے مشابہ کوئی شی تھی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ فتوحات کرتا ہوا، مشارق ومغارب میں پہنچ گیا جہاں پر سورج کا قرن طلوع ہوتا ہے اور جہاں پر سورج کا قرن غروب ہوتا ہے پوری دنیا پر حکمرانی کرنے والے چار شخص گزرے ہیں، دومومن اور دو کافر۔ مومنین میں سیدنا سلمان علیہ السلام اور ذوالقرنین، کفار میں نمرود اور بخت نصر، اسی ذوالقرنین کے بارہ میں یہ بھی ہے کہ بخت نصر کو قتل بھی اسی نے کیا تھا اور بنی اسرائیل کو قید سے نجات بھی اسی نے دلائی تھی، بیت المقدس اور ہیکل کی از سر نو تعمیر بھی اسی کے ذریعہ سے ہوئی تھی، اسی کے اہم کارناموں میں یہ بھی ہے کہ بخت نصر نے جو ہیکل سونے چاندی کے برتن لوٹے تھے اور اپنے خزانے کی زینت بنائے تھے اس کے حکم سے وہ سارے کے سارے پھیر ہیکل میں داخل کئے گئے، اللہ نے اُسے فارس کا حکمران بنا دیا اور عروج بخشا، دنیا پر ہیبت طاری ہوئی، اسی کی طرف قرآن مقدس نے اشارہ کیا کہ ہم نے اُسے زمین پر غلبہ دیا، حکمرانی سے متعلقہ تمام ساز وسامان عطا کئے، ذوالقرنین نے پہلا سفر مغرب کی سمت کیا، اسی جگہ پہنچا جہاں پر زمین اور خشکی کی حد ختم ہوگئی اس کے بعد سمندر تھا، وہاں پر اس نے سورج کو سیاہ دلدل میں غروب ہوتے دیکھا اور انہیں بارگاہ قدس سے حکم ہوا، ذوالقرنین اس قوم کو عذاب پہنچاؤ یا حسن سلوک کرو، اللہ تعالیٰ نے ذوالقرنین کے دل میں یہ بات ڈال دی یہ لوگ کفر پر اصرار کریں تو انہیں قتل کر دو یا صبر کرو اور ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتے رہو، ذوالقرنین نے انہیں کہا جس شخص نے کفر پر اصرار کیا میری بات نہ مانی تو اسے قتل کی سزا دیں گے اور جب وہ آخرت میں اپنے رب کی طرف لوٹے گا تو اللہ اُسے دوزخ میں سخت عذاب دے گا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ
الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾
ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ
نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ ۭ
وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ
اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور جو شخص ایمان لے آیا اور اس نے کام اچھے کئے تو اس کو اچھا بدلہ دیں گے اور عنقریب ہم اس کو آسان کاموں کے احکام دیں گے(۸۸) پھر وہ ایک اور سفر پر تیاری کرنے لگے(۸۹) حتی کہ جب وہ طلوع آفتاب کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہورہا ہے جس کیلئے ہم نے سورج سے کوئی حجاب نہیں بنایا (۹۰)، واقعہ اسی طرح ہے اور ہمارے علم نے ان کے تمام واقعات کا احاطہ کیا ہوا ہے(۹۱)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا جس نے کفر کیا تو اس کی سزا قتل ہے آخرت میں سخت عذاب ہوگا اس آیہ پاک میں ارشاد ہے جو ایمان لایا اور اچھے کام کئے اس کی جزا بہتر ہوگی اور اُسے آسان کاموں کے احکام دیں گے،"حتی اذا بلغ مطلع الشمس " سے مراد ذوالقرنین کے دوسرے سفر یا دوسری مہم کا آغاز ہے وہ ایسی جگہ پہنچا جہاں سب سے پہلے سورج طلوع ہوتا ہے اس نے وہاں پر ایسی قوم کو دیکھا جس کے جسم پر لباس نہیں، سورج کی گرمی سے بچنے کیلئے ان کے پاس کوئی شیٔ نہیں، ان کی زندگی عام سی تھی جیسے خانہ بدوش قوم کی ہوتی ہے ان کیلئے رہائش کے مکانات نہ تھے، سردی گرمی سے بچنے کا کوئی انتظام نہ تھا خوراک کے طور پر مچھلی پر گزارا تھا یہ لوگ جن پر اب ذوالقرنین کا گزر ہوا یہ وحشی قبائل تھے جنہوں نے مشرقی سرحد پر بدامنی پھیلا رکھی تھی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ
دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ
قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ
يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي
الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا
عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾
قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ
بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾
اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰىٓ اِذَا سَاوٰى
بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰىٓ
اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ
عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

صدق اللہ العظیم

پھر وہ ایک اور مہم پر چلے (۹۲) حتیٰ کہ جب وہ دونوں پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو ان کے پار اُنہوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو کوئی بات نہ سمجھتی تھی (۹۳) انہوں نے کہا اے ذوالقرنین! بے شک یاجوج ماجوج زمین میں فساد کر رہے ہیں کیا ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دیں (۹۴) انہوں (خضر) نے کہا میرے رب نے جن چیزوں پر مجھے طاقت بخشی ہے وہ زیادہ بہتر ہیں تم صرف محنت کے ساتھ میری مدد کرو میں تمہارے اور اُن کے درمیان مضبوط دیوار بنا دوں گا (۹۵) تم میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ، حتی کہ جب اس دیوار کو پہاڑوں کے برابر کر دیا تو کہا آگ دہکاؤ یہاں تک کہ لوہے کی چادروں کو آگ بنا دیا پھر کہا میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ جو میں اس انڈیل دوں۔ (۹۶)

تفسیر

اس آیہ کریمہ میں ذوالقرنین کی تیسری مہم کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ علاقہ یاجوج ماجوج کا مقام تھا یہاں پر بستی قوم لوٹ مار غارت گری کرتی تھی کہ علاقہ دو پہاڑی دیواروں کے درمیان تھا۔ قرآن مقدس نے

ذوالقرنین کے اس سفر کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ یہ وہاں پہنچا اور ایک ایسی قوم سے ملاقات ہوئی جو کوئی بھی زبان نہیں سمجھتی تھی۔ اس قوم نے ذوالقرنین سے کہا اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج زمین پر فساد پھیلا رہے ہیں اگر ہم آپ کو کچھ سامان مہیا کر دیں تو آپ ہمارے اور ان کے درمیان دیوار بنا دیں گے۔ ''سدین'' سے مراد کیشیا کا پہاڑی درہ ہے اس کی دائیں جانب بحر خزر ہے بائیں جانب بحر اسود ہے درمیانی علاقہ میں بلند و بالا پہاڑ قدرتی دیوار کا کام دے رہا ہے، یہاں بسنے والی قوم نے یاجوج ماجوج کی شکائت کی۔ اس آیہ کریمہ میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک یاجوج ماجوج کا، دوسرا ذکر سدّ ذوالقرنین کا۔

قوم یاجوج ماجوج کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے، مگر اس کی سند میں ضعف ہے، حضورﷺ نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے ہوئے ، سام، حام، یافث۔ سام سے عرب، روم اور فارس پیدا ہوئے اور حام سے قبطی بردار حبشی پیدا ہوئے اور یافث سے یاجوج ماجوج، ترک اور صفالیہ پیدا ہوئے۔ ان کے متعلق اسرائیلی روایات بہت مشہور ہیں جنہیں بعض ہمارے مفسرین نے بھی نقل کر دیا ہے۔ ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا مسئلہ صرف یہی ہے جو قرآن مقدس اور احادیث مبارکہ میں آ گیا۔ اس قوم یاجوج ماجوج کا ذکر ایک طویل حدیث شریف سے ملتا ہے جس کو حضرت نواس بن سمعان روایت کرتے ہیں، حضورﷺ نے ایک موقع پر قرب قیامت کا ذکر فرماتے ہوئے دجال کا ذکر فرمایا، اُسے عظیم فتنہ قرار دیا اور اس کے زمین پر رہنے کا ذکر فرمایا کہ وہ چالیس دن تک رہے گا اور تیزی کے ساتھ سفر کرنے کا ذکر فرمایا اسی موقعہ پر عیسیٰ علیہ السلام کے تشریف لانے کا ذکر فرمایا۔ آپ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے اور اُسے باب اللہ پر پکڑ کر قتل کریں گے، عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا میں اپنے بندوں میں سے ایسے لوگ نکالوں گا جن کے مقابلہ کی کسی کو طاقت نہیں ہوگی، عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کو جمع کر کے کوہِ طور پر چلے جائیں گے اور حق تعالیٰ یاجوج ماجوج کو کھول دے گا وہ تیزی کے ساتھ بلندی سے پھسلتے دکھائی دیں گے ان سے پہلے لوگ بحیرۂ طبریہ سے گزریں گے اور

اس کا سارا پانی پی جائیں گے دوسرے لوگ گزریں گے تو بحیرہ کو خشک پائیں گے جیسے یہاں پانی تھا ہی نہیں۔
حضرت عبدالرحمان بن یزید کی روایت میں کچھ تفصیل مزید ہے کہ یاجوج ماجوج بیت المقدس کے پہاڑوں میں سے جبل الخمر پر چڑھ جائیں گے اور کہیں گے ہم نے زمین والوں کو قتل کر دیا ہے اب آسمان والوں کا خاتمہ کریں گے ان کا وجود ایک اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے، امام بخاری نے ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حضورﷺ نے فرمایا بیت اللہ کا حج وعمرہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی جاری رہے گا۔(تفسیر مظہری)

ان آیات مبارکہ میں سدّ ذوالقرنین کا ذکر آتا ہے، وہ سدّ ین کیا شئی ہے؟ ابن جریر، ابن کثیر نے یہ واقعہ لکھا ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آذربائیجان کی فتح کے بعد سراقہ بن عمر کو باب الابواب کی مہم پر روانہ کیا اور سراقہ نے عبدالرحمان بن ربیعہ کو اپنے مقدمۃ الجیش کا افسر بنا کر آگے بھیجا، عبدالرحمان جب آرینیہ کے علاقہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے حکمران نے جنگ کے بغیر اطاعت قبول کر لی اس کے بعد انہوں نے باب الابواب کی طرف پیش قدمی کا ارادہ کیا اس موقعہ پر شہر براز نے ان سے کہا میں نے ایک آدمی کو سدّ ذوالقرنین کا مشاہدہ کرنے کیلئے بھیجا تھا وہ آپ کو تفصیلات سے آگاہ کر سکتا ہے، چنانچہ اس نے عبدالرحمان کے سامنے اس شخص کو پیش کر دیا، پھر ایک طویل عرصہ کے بعد سلام ترجمان کی قیادت میں ۵۰ آدمیوں کو سدذوالقرنین کے مشاہدہ کیلئے بھیجا گیا۔

سدّ ذوالقرنین کے متعلق جو ضیاء القرآن میں لکھا وہ یہ ہے کہ بحر خزر کے مغربی ساحل پر قدیم شہر ہے یہاں ایک دیوار ہے جس کا طول پچاس میل ہے اور اونچائی ۲۹ فٹ اور موٹائی دس فٹ۔اس مقام پر مغرب کی طرف درہ دانیال ہے جو دو بلند پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے یہاں ایک قدیم زمانے کی دیوار ہے اُسے آہنی دیوار کے نام سے پکارا جاتا ہے اسی دیوار کا ذکر ہے جو قوم نے ذوالقرنین سے مطالبہ کیا تھا کہ یاجوج ماجوج فساد کرتے ہیں ہمارے اور ان کے درمیان دیوار بنادیں قوم نے کہا تھا کہ ہم سامان مہیا کر دیں گے،

ذوالقرنین نے کہا جو کچھ میرے رب نے مجھے دیا ہے وہ کافی ہے میرے ساتھ محنت کرو، لوہے کی تختیاں لاؤ جب اس دیوار کو پہاڑوں کے برابر کر دیا تو کہا آگ دہکاؤ، لوہے کی چادروں کو آگ بنا دیا تو کہا پگھلا ہوا تانبا لاؤ میں اس پر انڈیل دوں۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا
لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ
فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَ
كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ
يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي
الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا
جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠٠﴾
الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ
ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ
سَمْعًا ﴿١٠١﴾

صدق اللہ العظیم

پھر (یاجوج ماجوج) اس دیوار پر چڑھ نہ سکے اور نہ اس دیوار میں سوراخ کر سکے (٩٧) انہوں نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے اور جب میرے رب کا وعدہ آئیگا تو وہ اس (دیوار) کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے (٩٨) اور اس دن ہم ان کے بعضوں کو اس طرح چھوڑ دیں گے کہ وہ تیز موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے، صور پھونک دیا جائے گا پھر ہم ان سب کو جمع کر لیں گے (٩٩) اس دن ہم دوزخ کو کافروں پر پیش کر دیں گے (١٠٠) جن کی آنکھیں میری یاد سے پردے میں ہیں اور وہ حق کو سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے (١٠١)

تفسیر

قوم کی درخواست پر جب ذوالقرنین نے ان کیلئے ایک مضبوط دیوار بنا دی جسے عبور کرنا یاجوج ماجوج کیلئے سخت مشکل ہوگیا یاجوج ماجوج نے اس زبردست آہنی دیوار کو گرانے کیلئے بڑی کوششیں کیں مگر کامیاب نہ ہوسکے۔ ذوالقرنین نے اس دیوار کے تیار ہوجانے پر اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا یہ اس قدر بڑا کام جو ہوا یہ میرے رب کی رحمت ہے کہ اس نے ایسا کام کرنے کی مجھے توفیق بخشی، اب جس قدر بھی اس کے توڑنے کی کوشش کی جائے گی یہ نہیں ٹوٹے گی، ہاں جب میرے رب کا وعدہ آگیا تو ریزہ ریزہ ہو جائے گی اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا بھی وقت ہوگا اس وعدہ آنے سے پہلے یہ دیوار کسی صورت میں بھی توڑی نہ جا سکے گی اس دن یاجوج ماجوج تند و تیز موجوں کی طرح گھس جائیں گے اور دنیا پر چھا جائیں گے تعمیرات کا نشان نہ رہے گا، یاجوج ماجوج کا اس دیوار سے باہ نکل آنا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

ابو داؤد شریف میں نشانات قیامت میں نو چیزوں کا ذکر ملتا ہے جن میں سے ایک یاجوج ماجوج کا نکلنا ہے، ''اترکنا بعضھم'' سے مراد قیامت کے دوسرے صور پھونکنے کے وقت تمام انسان جنات اچھے برے چھوٹے بڑے مردوں کا زندہ ہوکر میدان محشر کی طرف بھاگنا ہے، یہ بھی سمندر کی بے کراں موجوں کی طرح عجیب ہیبت ناک نظارہ ہوگا۔

آیہ کریمہ کے اگلے حصہ میں محشر کا منظر بیان کیا جارہا ہے کہ وہ کفار و مشرکین جن کی آنکھوں کو گستاخی بے حیائی نے لپیٹ لیا ہے، اوران پردوں کو ہٹانے کی کوشش بھی نہیں کرتے ہم قیامت کے دن انکی آنکھوں پر بصارت کی دوربین لگادیں گے اور جہنم کو سامنے کردیں گے کہ اپنے ابدی ٹھکانے جہنم کو اچھی طرح دیکھ لیں، ایماندار جہنم کو دیکھنے سے محفوظ رہیں گے کہ برا نظارہ بھی عذاب کی ایک جھلکی ہے۔ ان لوگوں کیلئے عذاب ہوگا جن کی نگاہوں پر میری یاد سے پردہ پڑا تھا اور وہ سن نہ سکتے تھے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَن يَتَّخِذُوا
عِبَادِي مِن دُونِيٓ أَوْلِيَآءَ ۚ إِنَّآ أَعْتَدْنَا
جَهَنَّمَ لِلْكَٰفِرِينَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ
نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَٰلًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ
ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَهُمْ
يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾
أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِمْ وَ
لِقَآئِهِۦ فَحَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ فَلَا نُقِيمُ
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ
جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوٓا
ءَايَٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

صدق اللہ العظیم

کیا کفار گمان کرتے ہیں کہ وہ میرے بندوں کو میرے بغیر حمایتی بنالیں گے (ایسا نہیں ہوگا) ہم نے کفار کی رہائش کیلئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے (۱۰۲) آپ کہہ دیجئے کیا ہم تمہیں بتا دیں وہ لوگ جو اعمال کے لحاظ سے کھاتے ہیں (۱۰۳) یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری کوششیں دنیوی زندگی کی آراستگی میں رہ گئیں اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کوئی برا کام کر رہے ہیں (۱۰۴) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا ان کے اعمال ضائع ہو گئے اور ہم ان کے اعمال کیلئے قیامت کے دن کوئی ترازو نصب نہیں کریں گے (۱۰۵) ان کی جزا دوزخ ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا میری آیات کا اور میرے رسولوں کو مذاق بنایا (۱۰۶)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں کفار کے ایک زعم باطل کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ یہ لوگ ایک برحق خدا وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر کسی اور کو خدا معبود ٹھہراتے ہیں ان سے زیادہ بدبخت اور جاہل کون ہوسکتا ہے، حضور ﷺ سے فرمایا گیا محبوب! آپ ان سے کہہ دیں کیا تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ زیادہ نقصان والے کون لوگ ہیں؟ میں تمہیں بتاتا ہوں وہی لوگ خسارے والے ہیں جو دنیا کے پیچھے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں، انہوں نے اپنی

زندگی کا مقصد ہی یہی سمجھا ہے دولت اکٹھی کرلیں، عمدہ مکانات حاصل کرلیں بلند و بالا عہدوں پر قائم ہوں انہیں کبھی اپنے رب قدوس کو راضی کرنے کا احساس ہی پیدا نہیں ہوا، کبھی اپنی موت یاد نہیں آئی، نہ ہی یہ کبھی سوچا ہے کہ دنیا فانی ہے، اسے آخر کار چھوڑنا ہے اور وہ ایسے لہو ولعب اور لغویات میں مصروف زندگی کو سمجھتے ہیں کہ وہ بڑا اچھا کام کررہے ہیں۔

قرآن مقدس کے ارشاد ''ضل سعیھم '' نے واضح طور پر بتادیا ہے ان کا سارا کردار، محنت، کوشش بیکار ہے اس ارشاد نے دنیاداروں کی زندگی کا نقشہ پیش کردیا ہے کہ وہ زندگی کے لہو ولعب سے بچیں اور اپنی اصلاح کرلیں۔ دنیا کی یہ ساری بھاگ دوڑ اس لئے کررہے ہیں کہ انہیں آخرت کا یقین ہی نہیں اور نہ ہی وہ یہ مانتے ہیں کہ رب قدوس سے ان کی ملاقات ہوگی اور دنیا کے کردار کا اُن سے پوچھا جائے گا، اسی باعث ان کے اعمال ضائع ہوگئے، قیامت میں جب وہ پیش کئے جائیں گے تو ان کے نامہ اعمال میں نیکی ہوگی ہی نہیں جس کا وزن کیا جائے۔

ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کو معزز سمجھیں گے مگر جب ترازو میں رکھے جائیں گے تو ان کا وزن بال کے برابر بھی نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن ان کے اعمال پر کوئی ثواب نہیں ہوگا اور ان کی کسی نیکی کا وزن نہیں ہوگا، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کفار تہامہ پہاڑ جتنے بڑے بڑے اعمال لے کر آئیں گے لیکن ان کا وزن نہیں کیا جائے گا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ ان کے اعمال کی کوئی قدر نہ ہوگی۔ ان کی سزا جہنم اس لئے ہے کہ انہوں نے میری آیات کو اور میرے رسولوں کا مذاق بنایا تھا، آیہ کریمہ کے عنوان سے واضح ہورہا ہے قرآنی آیات اور رسولوں کی توہین جہنم کا سبب بنے گی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾
قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ
وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ
اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ
فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

صدق الله العظيم

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیئے ان کیلیئے فردوس کی جنتوں کی مہمانی ہے(۱۰۷) وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں وہ اس جگہ کو تبدیل کرنا نہیں چاہیں گے(۱۰۸) آپ کہیئے اگر میرے رب کے کلمات کو (لکھنے) کیلیئے سمندر سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا خواہ ہم اس کی مدد کیلیئے اتنا ہی سمندر اور لے آئیں (۱۰۹) آپ کہیئے (میں خدا نہ ہونے میں) تمہاری ہی مثل بشر ہوں میری طرف یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی اُمید رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ وہ نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے (۱۱۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا تھا کہ کفار و مشرکین جب قیامت کو پیش کیئے جائیں گے تو اس کے دفتر میں کوئی ایسا عمل نہیں ہوگا جس کا وزن کیا جائے، اس دن ان کی ساری اکڑ بازیاں ختم ہو جائیں گی۔اس آیہ پاک میں ایمانداروں کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ ان کیلیئے فردوس کے باغات رہائش گاہ ہوں گے اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ انہیں بدلنا نہیں چاہیں گے۔فردوس کے معنی ہیں سرسبز باغات۔امام قرطبی نے اس

مقام پر ایک حدیث پاک نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور اعلیٰ درجہ ہے، اس کے اوپر عرش ہے اور اسی سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں ''لا یبغون عینا حولا '' وہ جنت فردوس کی بہاروں کو بدلنا نہیں چاہیں گے، اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ایک جگہ رہ کر بندہ اُکتا جاتا ہے اور بدلنے کو جی چاہتا ہے تو فرمایا گیا جنت کے مقابلہ میں کوئی اور ایسا مقام ہوگا ہی نہیں کہ یہ بدل کر وہاں جائیں، وہاں کسی دوسری جگہ جانے کا خیال ہی پیدا نہیں ہوگا، یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے'' الست بربکم'' کے جواب میں ''بلیٰ'' کہا اور پھر قبر تک اسی عہد پر ثابت قدم رہے، اور یہی مقام عجز و بندگی ہے۔ مومنین کے درجہ جنت کے متعلق ایک اور حدیث شریف میں اس طرح ملتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور اس کے کسی ایک درجے میں تمام جہاں سما سکتے ہیں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے ابوسعید رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا کہ کفار میری آیات کو میرے رسولوں کو کمزور سمجھتے ہوئے ان کا مذاق اڑاتے ہیں'' قل لو کان البحر'' کے ارشاد میں اللہ تعالیٰ کے کلمات وآیات کی شان فرمائی جا رہی ہے کہ اس کے کلمات سمندروں کی سیاہی سے پورے لکھے نہیں جا سکتے۔ اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ ہوا ایک دفعہ عینیہ بن حصن بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، حضور ﷺ کی بارگاہ میں غریب صحابہ بیٹھے تھے، عینیہ نے انہیں دیکھ کر کہا اے محمد (ﷺ) جب ہم آیا کریں تو ان غریبوں کو اٹھا دیا کریں، تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، اللہ کی حکمتوں کی کوئی انتہا نہیں وہ بہتر جانتا ہے اس کی بارگاہ کے لائق کون ہے اور کون نہیں۔ امیری غریبی کا فرق نہیں، اُس کا ہی علم زیادہ ہے۔

پچھلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کے جنت میں جانے، وہاں رہنے اور وہاں سے مقام نہ بدلنے کا ذکر تھا، اب فرمایا جا رہا ہے قدرت کی طرف سے ایمانداروں کو ایسی عطا، نوازشات، انعامات کی حکمتیں اتنی ہیں انہیں لکھنے کیلئے سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی حکمتیں نہیں لکھی جا سکیں گی کہ سارے جسم ساری قلمیں

ساری سیاہیاں منتہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلمات بے انتہا ہیں۔امام مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، آیت کا مقصد یہ ہے سمندر سیاہی ہو تمام نباتات قلم ہوں اور تمام مخلوق جن انسان فرشتے کاتب بن جائیں تب بھی اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں ارشاد ہے، محبوب! آپ کہہ دیجئے میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں جن نہیں فرشتہ نہیں ''مثلکم '' کے لفظ سے بعض لوگوں کو بہت بڑی غلطی لگی کہ حضورﷺ بھی ہماری مثل ہیں اس پر علماء نے بہت کچھ لکھا ہے۔لوگوں کی یہ غلط فہمی کہ ''ہم بھی حضورﷺ جیسے ہیں'' بخاری شریف کی وہ حدیث شریف کافی جواب ہے کہ حضورﷺ نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا، عرض کی گئی یارسول اللہ ﷺ آپ تو رکھتے ہیں، تو جواب میں فرمایا ''ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی و یسقنی'' تم میں میری مثل کون ہوسکتا ہے، میں اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے۔اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے جلد اول کتاب الصوم باب الوصال میں درج فرمایا ہے۔

اس اشکال کا جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ میری تمہاری مماثلت یہ ہے کہ الٰہ میں بھی نہیں تم بھی نہیں۔ اسی ارشاد میں لوگوں کی اصلاح مطلوب ہے یہود نے عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا، عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات دیکھ کر انہیں خدا کا بیٹا کہا، حضور علیہ السلام اللہ کی طرف سے بے شمار کمالات لے کر آئے، خطرہ تھا کہ لوگ حضورﷺ کو خدا کہہ دیں، الٰہ مان لیں تو فرمایا محبوب! انہیں فرمادیجئے میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں، اس عنوان کو دوسری جگہ اس طرح فرمایا گیا ''**قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا**'' کہہ دیجئے پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں میں تو انسان، رسول ہوں۔

حضورﷺ کی بشریت کا مطلقاً انکار سراسر غلط ہے مگر دیکھنا یہ ہے اپنے جیسا کہنے میں ادب ہے یا بے ادبی، ظاہر ہے اپنی مثل کہنا بے ادبی ہے، خلاصہ کے طور پر یہ مسئلہ اس طرح سوچا جائے یہ مماثلت ہے کس چیز میں؟ نہ تو یہ مرتبہ کے لحاظ سے ہے، نہ یہ علمی کمالات کے لحاظ سے، نہ درجات

کے لحاظ سے، نہ عمل کے لحاظ سے، مماثلت تو بہت دور کی شئے ہے کسی کو ادنیٰ مناسبت بھی نہیں۔ صرف ایک بات میں ہی مماثلت ہے ''لا الہٰ الا ھو'' وہ بھی خدائے قدوس کا بندہ ہے جس کے تم بندے ہو، اس کا بھی وہی خالق ہے جو تمہارا خالق و مالک ہے۔

سورۂ کہف کی آخری آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کسی بھی عمل کے مقبول ہونے کیلئے ضروری ہے وہ اللہ کی رضا کیلئے ہو اس میں اخلاص ہو، وہ کام ریا سے پاک ہو کوئی نیکی کا کام دکھاوے کیلئے کیا گیا تو وہ عمل ضائع ہو گیا، حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورﷺ نے فرمایا جس نے ریا کاری سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے ریا کاری سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا جس نے ریارکای سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ایک حدیث نقل کی ہے ایک مرتبہ حضرت شداد رونے لگے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میں نے حضورﷺ سے ایک بات سنی تھی جس نے مجھے رُلا دیا، حضورﷺ نے فرمایا میرے بعد لوگ چاند سورج کی پرستش نہیں کریں گے کسی پتھر کی پرستش نہیں کریں گے بلکہ وہ لوگوں کو دکھاوے کیلئے عمل کریں گے۔

حضورﷺ نے شرک سے بچنے کیلئے ایک دعا سکھائی اگر تم یہ دعا مانگو گے تو ہر چھوٹا بڑا شرک تم سے دور ہو جائے گا دعا یہ ہے ''**اَللّٰھُم اِنِّی اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَ اَنَا اَعْلَمُ وَ اسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ** اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ شرک کروں اور میں تجھ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اس شرک سے جو مجھ سے نادانستہ سرزد ہو۔ کسی بھی عمل کی مقبولیت کیلئے اخلاص شرط ہے۔ مشہور حدیث ہے جو اکثر کتب حدیث میں موجود ہے قیامت کے دن شہید سے پوچھا جائے گا، تو نے کیا عمل کیا؟ تو عرض کرے گا تیری راہ میں شہید ہوا، حکم ہو گا جھوٹ بول رہا ہے تو نے یہ کام اس لئے کیا تھا لوگ تجھے شہید کہیں گے، عمل مسترد ہو گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا، عالم کو لایا جائے گا تو نے کیا کیا؟ عرض کرے گا دین کا کام کیا، قرآن پڑھا پڑھایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹ بول رہا ہے تو نے یہ اس لئے کیا تھا لوگ تجھے عالم کہیں،

مفتی کہیں سو وہ ہو گیا اب کچھ نہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا کہ عمل میں اخلاص نہ تھا، ایک اور شخص کو لایا جائے گا اسے پوچھا جائے گا تو نے کیا کِیا؟ عرض کرے گا صدقہ خیرات کیا، فقراء کو دیا، حکم ہو گا جھوٹ بول رہا ہے تو نے یہ اس لئے کیا تھا لوگ سخی کہیں سو وہ ہو گیا اب جہنم ہے۔ اخلاص نہ تھا جہنم میں ڈال دیا گیا اللہ تعالیٰ عمل میں اخلاص کی توفیق دے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

سورۂ مریم

یہ سورۂ شریف مکی ہے، یہ سورۂ شریف بعثت نبوی کے چوتھے سال نازل ہوئی، اور یہ نزول حبشہ کی طرف ہجرت سے پہلے ہوا، یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی جس کا سبب یہ بنا، جب کفار نے مسلمانوں پر بے تحاشا ظلم شروع کر دئے تو نبوت کے پانچویں سال حضورﷺ نے صحابہ سے فرمایا تم حبشہ چلے جاؤ وہاں کا بادشاہ ظلم نہیں کرتا اس ارشاد پر گیارہ مرد اور چار خواتین نے ہجرت کی پھر چند مہینوں کے اندر وہاں پر ۸۳ مرد اور گیارہ عورتیں جمع ہو گئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں اس سورۂ شریف کی تلاوت کی، عجیب منظر تھا تلاوت کی جارہی تھی نجاشی پر گہرا اثر تھا آنسو بہہ رہے تھے سناٹا طاری تھا، تلاوت ختم ہونے پر شاہ حبشہ نے تنکا اٹھا کر کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر اس سے کم یا زیادہ نہ تھے۔ متعدد احادیث طیبہ میں اس سورۂ مریم کا ذکر ملتا ہے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے موقعہ پر حضورﷺ نے حضرت بریدہ کو سورۂ مریم کی چند آیات سکھائیں، اس سورۂ شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کا ذکر ہے، حضرت مریم علیہا السلام پر قوم کا الزام لگانا اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جواب دینے کا ذکر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کا ذکر ہے، سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی چند صفات مبارکہ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ اللہ بیٹے اور شرک سے پاک ہے۔ منکرین قیامت کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس سورۂ شریف کی ۹۸ آیات ہیں اور چھ رکوع ہیں اس سورۂ شریف کو پہلی سورۂ کہف سے تعلق یہ ہے کہ اس میں اصحاب کہف کے عجیب واقعہ کا ذکر ہے، اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے حیران کن واقعہ کا ذکر ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ بعدد خلقہٖ

سورۃ مریم ۱۹ مکیۃ ۴۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — آیاتہا ۹۸ رکوعاتہا ۶

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ۚ۝۱ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ
عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۚ۝۲ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً
خَفِيًّا ۝۳ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ
مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ
بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝۴ وَاِنِّيْ خِفْتُ
الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ
عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝۵
يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ
وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝۶

صدق اللہ العظیم

کاف ہا یا عین صاد (۱) یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس کے بندہ زکریا پر تھی (۲) جب اس نے اپنے رب کو چپکے سے پکارا (۳) اس نے دعا کی اے میرے رب! بے شک میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے اور اب تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تجھے پکارا ہو اور میں نامراد رہا ہوں (۴) اور مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈر ہے اور میری اہلیہ بانجھ ہے مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما (۵) جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو اور میرے رب اس کو پسندیدہ بنادے (۶)

تفسیر

کاف ہا یا عین صاد یہ حروف مقطعات ہیں ان پر سورۂ بقرہ کے آغاز میں بھی تبصرہ ہو چکا ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ حروف اللہ کے مختلف ناموں پر دلالت کرتے ہیں ک سے مراد کافی ہے ہ سے مراد ہادی ہے، ی سے مراد حکیم ہے عین سے مراد علیم ہے ص سے مراد صادق ہے۔ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے ایک عمل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے آپ کہا کرتے تھے ''کھیعص اغفرلی '' اے کھیعص مجھے بخش دے (قرطبی)

ان حروف کے بعد فرمایا گیا یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی حضرت زکریا علیہ السلام، ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے، آپ حضرت مریم علیہا السلام کے نگران مقرر ہوئے تھے، یہ ذمہ داری آپ کو اسی خاندانی قرابت کی وجہ سے ہی سپرد کی گئی تھی۔ حضرت زکریا نے چپکے سے بارگاہ قدس میں عرض کی میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے تجھے پکارا ہو اور میں نامراد رہا ہوں۔ اس دعا کے وقت آپ کی عمر ستر سال یا ایک سو بیس سال کی تھی آپ کی بیوی اٹھانوے (۹۸) سال کی ہوگئی تھی کوئی بچہ نہ تھا جو آپ کے بعد ذمہ داریوں کو سنبھال سکے عرض کرتے ہیں یا اللہ مجھے اپنے ورثا سے ڈر ہے کہ ان میں کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں جو ذمہ داری سنبھال سکے اور اس کا اہل ہو، میری بیوی بانجھ ہے مجھے اپنے پاس سے بچہ عطا فرما، جو میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے اور اسے پسندیدہ سیرت والا بنا دے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کے چپکے سے دعا کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ رب ذوالجلال سے عجز وانکساری، آہ وزاری اور خلوص سے دعا مانگنا عمدہ ترین وصف ہے جسے زکریا علیہ السام نے اپنایا ہے۔ یہ معنیٰ بھی ہوسکتا ہے کہ بڑھاپے اور کمزوری کے باعث آواز ہلکی ہو مگر آپ کے عجز و اخلاص پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ عظیم بھی ہیں۔

سیدنا زکریا علیہ السلام کا اپنے وارث کیلئے دعا کرنے سے یہ درس ملتا ہے کہ علماء واصفیاء، صلحاء کو بھی چاہئے کہ اپنے بعد دینی مذہبی نظام کو چلانے کیلئے نیک صالح اولاد کی دعا کریں کہ ان کی محنت سے چلایا گیا نظام برباد نہ ہو، آپ کے اندازِ دعا سے درس ملتا ہے کہ رب قدوس کے حضور دعا کے وقت عجز وانکساری کا اظہار یہ انداز دعا کو قبولیت کے قریب کرتا ہے۔

جناب زکریا علیہ السلام نے دعا میں یہ بھی عرض کیا کہ یا اللہ تو نے پہلے میری دعا کو کبھی رد نہیں کیا جب میری صحت ٹھیک تھی توانائی تھی اب تو ضعیف ہو چکا ہوں، ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اب میں پہلے کی نسبت زیادہ محتاج ہوں مجھے قوی امید ہے میری دعا کو قبول فرمائے گا دعا کے وقت یہ یقین بھی ضروری ہے رب

قبول فرمائے گا رب کے ساتھ یہ عقیدہ دعا کو قبولیت کا زیور پہنا دیتا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ
يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧
قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ
امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ
عِتِيًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ
عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ
وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ
اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ
ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠

صدق اللّٰہ العظیم

اے زکریا (علیہ السلام) بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ ہوگا اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا (۷) زکریا نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ جبکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کی وجہ سے بڑا کمزور ہو چکا ہوں (۸) فرمایا اسی طرح ہوگا آپ کے رب نے فرمایا یہ میرے لئے آسان ہے اور میں اس سے پہلے تمہیں پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھے (۹) زکریا نے عرض کی اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دے، فرمایا تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین دن تک بات نہ کر سکو گے حالانکہ تم تندرست ہو گے (۱۰)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں حضرت زکریا کی دعا کا ذکر ہے ایک وارث کی دعا کرتے ہیں جو اُن کے بعد وراثت کو سنبھال لے، انبیاء علیہم السلام کی وراثت کے سلسلہ میں اہلسنت و جماعت کا مؤقف یہ ہے کہ اس

وراثت سے مراد مالی وراثت نہیں بلکہ علمی اور کتابی وراثت ہے، انبیاء علیہم السلام درہم ودناہیر کا وارث کسی کو نہیں بناتے بلکہ وہ اپنے حکیمانہ ارشاد بطور ورثہ دیتے ہیں۔ اسی نظریہ کی تائید قرآن مقدس کی آیات سے ہوتی ہے ''ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفین من عبادنا '' اپنے بندوں سے جنہیں ہم نے چنا تھا انہیں کتاب کا وارث بنایا۔

ان آیات مبارکہ میں وراثت سے مراد مالی وراثت نہیں بلکہ علم وحکمت ہے اور پھر انبیاء علیہم السلام کی ذوات قدسیہ سے یہ بات ہے بھی دور کہ وہ مال ودولت کی محبت میں رہیں، یہ شخصیتیں اپنے رب قدوس کے جلووں میں مستغرق رہتی ہیں دنیا کی کوئی شئ انہیں اپنی طرف مائل کر ہی نہیں سکتی۔ اس آیہ مبارکہ میں سیدنا زکریا علیہ السلام کو ان کی دعا کی قبولیت کی خوشخبری دی جارہی ہے آپ کو بچے کی خوشخبری دیتے ہیں، اس کا نام یحییٰ ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی بچہ نہیں بنایا گیا۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ یہ بچہ بے مثال ہوگا اس بچہ کی صفات والا پہلے کئی بچہ نہیں بنایا گیا۔

یہ خوشخبری سن کر زکریا علیہ السلام کی خوشی کی انتہا نہ رہی اگر یہ خوشخبری فرشتوں نے دی ہے تو بھی یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے کہ فرشتے اپنی طرف سے کچھ نہیں کر سکتے جو کچھ کرتے ہیں کہتے ہیں اللہ ہی کے حکم سے ہے۔ خوشی اور حیرت سے عرض کرتے ہیں، یا اللہ! مجھے بیٹا کیسے عطا ہوگا؟ بوڑھا ہو چکا ہوں ہڈیاں جواب دے رہی ہیں اب اس حالت میں ہوں کہ اس کمزوری بڑھاپے کے دور ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی اور میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے، زکریا علیہ السلام کا بچے کی بشارت پر یہ کہنا میں بوڑھا ہوں میری بیوی بانجھ ہے، تعجب نہیں بلکہ یہ جاننا چاہا تھا کہ پیدا کیسے ہوگا؟ اس بڑھاپے کی حالت میں ہوگا یا مجھے طاقت ور بنا کر ہوگا؟ بیوی کو اسی حالت میں بچہ ہوگا یا اس کا بانجھ پن دور کر کے ہوگا؟ زکریا علیہ السلام کو بارگاہ قدس سے جواب دیا گیا یہ میرے لئے آسان ہے اور میں اس سے پہلے تم کو پیدا کر چکا ہوں جب تم کچھ بھی نہ تھے پھر جناب زکریا بارگاہ قدس میں عرض کرتے ہیں یا اللہ! اس سلسلہ میں کوئی نشانی مقرر فرما، حکم ہوا تم طاقت ہونے کے باوجود تین

راتوں تک لوگوں سے بات نہ کر سکو گے یہ آپ کا معجزہ ہو گیا، لوگوں سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے عبادت،
ریاضت، اور اوراد و وظائف، توراۃ کی تلاوت میں کسی قسم کی کمی نہ تھی لوگوں سے کوئی بات ہوتی تو اشارہ
سے کرتے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ
﴿١١﴾ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا
یٰیَحْیٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَیْنٰهُ
الْحُكْمَ صَبِیًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ
زَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِیًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَیْهِ
وَلَمْ یَكُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ
یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ
حَیًّا ﴿١٥﴾

صدق اللّٰہ العظیم

پھر زکریا اپنے عبادت خانہ سے نکل کر اپنی قوم
کے پاس آئے اور ان کو اشارے سے کہا کہ تم
صبح وشام اللہ کی تسبیح بیان کرتے رہو (١١) اے
یحیٰ پوری قوت سے کتاب کو لے لو اور ہم نے
انہیں بچپن میں ہی نبوت عطا کر دی (١٢) اور
اپنے پاس انہیں نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی اور
وہ پرہیزگار شخص تھے (١٣) اور وہ اپنے ماں
باپ کے ساتھ نیکی کرنے والے تھے اور سرکش و
نافرمان نہ تھے (١٤) اور ان پر سلام جس دن وہ
پیدا ہوئے اور جس دن ان کی وفات ہو گی اور
جس دن زندہ اُٹھائے جائیں گے (١٥)

تفسیر

حضرت زکریا علیہ السلام نے نماز پڑھنے، عبادت کرنے کیلئے الگ جگہ بنائی ہوئی تھی، آپ اس جگہ
سے نکل کر قوم کے پاس آئے اور اشارے سے بات کی کہ لوگو! صبح وشام اللہ کی عبادت کرو تسبیح پڑھو۔ یحیٰ
علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرمایا ہم نے انہیں بچپن میں ہی نبوت عطا کر دی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نبوت بچپن میں دی گئی جب قوم نے حضرت مریم علیہا السلام پر اعتراض کیا کہ بچہ کیسے ہو گیا؟ تیرے ماں باپ تو ٹھیک تھے تو حضرت مریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا یہ سوال اس سے پوچھو، قوم نے کہا وہ تو پنگھوڑے میں ہے اس سے بات کیسے کریں گے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب بھی دی ہے اور مجھے بھی نبی بنایا ہے'' ہر نبی پیدا ہوتے ہی نبی ہوتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت دینے کا ذکر فرمایا گیا ہے، ہمارے نبی کریم ﷺ اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے، زکریا علیہ السلام کو نبوت کے انعام سے سرفراز فرمانے کے بعد فرمایا ہم نے انہیں اپنی طرف سے حنان اور زکوٰۃ عطا کر دی تھی۔ حنان عطا کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ کو شفقت اور رحمت سے نوازا، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے اللہ نے ان پر شفقت رحمت فرمائی یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں پر شفقت و رحمت فرماتے تھے اور انہیں کفر و شرک کی دلدل سے نکالتے تھے، آپ نے اپنے تبلیغی فریضہ کو بڑی محنت ہمت سے سرانجام دیا، آپ کی تبلیغ سے لوگ راہِ حق پر آئے اور انہوں نے اپنی زندگی کو اللہ کی رضا کیلئے وقف کیا، بنی اسرائیل کے علماء جو دنیا کی محبت میں گڑ چکے تھے انہیں سختی سے جھنجھوڑا اور حق کی راہ دکھائی، آپ کا تبلیغی فریضہ ہر امیر و غریب چھوٹے بڑے کیلئے تھا یہاں تک کہ آپ نے وقت کے بادشاہ ہیرو ریس کو بھی ہلا دیا۔

ظالم بادشاہ ہیرو ریس نے اپنے بھائی کی بیوی کو اپنے گھر رکھ لیا تو آپ نے بڑی سختی سے اُسے منع کیا اور اس ناجائز کام سے روکا، شاہی خاندان نے آپ کو دشمن سمجھا آپ کی حق گوئی سچائی پر ثابت قدمی ہی آپ کی شہادت کا سبب بنی۔

زکوٰۃ عطا کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ ہم نے یحییٰ کو برکت والا بنایا، ان کی صفات مبارکہ میں یہ بھی فرمایا گیا متقی تھے، والدین کے تابع فرمان تھے سرکش نہ تھے ان کی عظمت کو اس طرح بھی فرمایا گیا کہ ان کی پیدائش

کے دن ان پر سلام اور جس دن وفات ہوگی اس دن سلام اور جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے اس دن سلام،
سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں مخلوق پر تین دن بڑے اہم ہوتے ہیں، پیدائش کا دن، موت کا دن، جی اٹھنے کا
دن۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں مقامات پر حضرت یحییٰ پر سلام بھیجا تا کہ تینوں مقامات پر سلامتی سے رہیں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ
مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ ۱۶ فَاتَّخَذَتْ
مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا
رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۱۷ قَالَتْ
اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ
تَقِيًّا ۱۸ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ
لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۱۹ قَالَتْ اَنّٰى
يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ
وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ۲۰

(اے حبیب) اس کتاب میں مریم کا ذکر کیجئے جب وہ اپنے گھر والوں سے دور مشرق میں ایک جگہ چلی گئیں (۱۶) سو انہوں نے لوگوں کی طرف سے ایک پردہ بنا لیا ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا اس نے مریم کے سامنے ایک تندرست بشر کی شکل اختیار کر لی (۱۷) مریم نے کہا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے (۱۸) فرشتہ نے کہا میں تو صرف تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا دوں (۱۹) مریم نے کہا لڑکا کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ کسی بشر نے مجھے مس تک نہیں کیا اور نہ میں بدکارہ ہوں (۲۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں رب قدوس جل مجدہٗ کی قدرت کاملہ کا اس طرح ذکر فرمایا گیا تھا کہ حضرت زکریا
اور ان کی اہلیہ سو سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی بچہ پیدا ہونے کا وقت گزر چکا تھا۔ اس آیہ مبارکہ میں اس سے

بھی زیادہ اہم واقعہ فرمایا گیا جواُس سے بھی حیران کن ہے وہاں تو میاں بیوی دونوں کا موجود ہونا ہے مگر اس عظیم واقعہ میں بغیر باپ کے بیٹا دینے کا ذکر ہے، ایمان والوں کیلئے تو اس کا ماننا کوئی مشکل مسئلہ نہیں وہ تو قدرت کاملہ کے فیصلوں پر یقین رکھتے ہیں، البتہ عقل کے پجاریوں کیلئے یہ ذرا مشکل دکھائی دیتا ہے۔ یورپ کے بعض لوگوں نے بغیر باپ کے بیٹا ہونے کا انکار کر دیا ہے اور کہا ہے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم اور یوسف نجار کے بیٹے ہیں۔

اس آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا حضرت مریم علیہا السلام لوگوں سے الگ تھلگ ایک مکان میں گئیں وہاں اچانک ایک خوبرو نوجوان دیکھا تو گھبرا گئیں تو آپ نے اس نوجوان کو خدا کا واسطہ دے کر کہا اگر تو پرہیزگار ہے تو میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔فرشتے نے کہا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا رسول ہوں کہ میں تجھے پاکیزہ بیٹا عطا کروں، جبریل امین علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اعلان کر کے حضرت مریم کی گھبراہٹ دور کر دی۔

فرشتے کا یہ کہنا کہ میں تجھے پاکیزہ بچہ دوں، یہ مجازی اِسناد ہے ورنہ بیٹا دینے والی ذات تو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی ہی ہے جس سے پتہ چلتا ہے اگر کسی ملنے والی شئ کو مسبب کی طرف منسوب کیا جائے تو حرج نہیں بشرطیکہ عقیدہ یہ ہو حقیقتاً دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔فرشتے کی بات سن کر حضرت مریم حیرت اور تعجب سے ذکر کرتی ہیں میرے ہاں لڑکا کیسے ہوسکتا ہے؟ حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی میں بدکردار ہوں فرشتے کی یہ بات حضرت مریم علیہا السلام کیلئے ایک اور سخت پریشانی تھی کہ بغیر نکاح کے،شادی کے بچہ پیدا ہو۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ
هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً
مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ
فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا
الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ
يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ
نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا
تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

فرشتے نے کہا ایسا ہی ہوگا تیرا رب فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے بہت آسان ہے اور ہم یہ اس لئے کریں گے کہ اس لڑکے کو لوگوں کیلئے ایک نشانی بنائیں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ ایسی بات ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے (۲۱) پس وہ حاملہ ہو گئیں اور حمل کو لیتے ہوئے دور کے مقام پر چلی گئیں (۲۲) پھر انہیں دردِ زہ ایک کھجور کے تنے کے پاس لے آیا (افسوس سے کہا) کاش میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل بھلادی گئی ہوتی (۲۳) پس اُسے اس کی پائنتی کی طرف سے فرشتے نے پکارا (اے مریم! غم زدہ نہ ہو) تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے (۲۴)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

حضرت مریم علیہا السلام اس پریشانی میں تھیں کہ بچہ کیسے ہوگا مجھے کسی نے ہاتھ تک لگایا نہیں اور میں بدکار بھی نہیں، تو فرشتے نے جواب دیا ایسے ہی ہوگا تیرے ہاں بچہ ہوگا کہ تجھے کسی نے چھوا تک نہیں۔ یہ انداز ایک اور جگہ پر ملتا ہے جب فرشتہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو حضرت سارہ نے کہا میں بوڑھی ہوں، میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا؟ تو فرشتہ نے انہیں جواب دیا ''کذالک'' اس بڑھاپے اور بانجھ پن کے باوجود بیٹا ہوگا۔ یہاں بھی یہی انداز ہے، مریم (علیہا السلام) کے ہاں بغیر بیاہ شادی کے

بیٹا ہوگا، فرشتے نے کہا تیرے رب نے کہا ہے وہ مجھ پر آسان ہے تا کہ ہم اُسے لوگوں کیلئے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنا دیں اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ حضرت مریم کو حمل ہو گیا اور اس حمل کے ساتھ دور چلی گئیں، آپ کے حمل اور وضع حمل کے بارہ میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نو گھنٹے لگے، سعید بن جبیر فرماتے ہیں نو ماہ لگے، زجاج کہتے ہیں آٹھ ماہ لگے۔ وضع حمل کیلئے دور الگ تھلگ جانے میں یہ حکمت تھی کہ لوگ زبان نہ کھول لیں کہ یہ کیا ہو گیا، والدین تو ٹھیک تھے۔ اس لئے کہ آپ خاندان میں زیادہ تقویٰ میں مشہور تھیں اور آپ کی والدہ نے انہیں بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کرنے کی منت مانی تھی، آپ وضع حمل کیلئے کھجور کے ایک درخت کے پاس گئیں یہ درخت سرسبز تھا دردِ زہ کی تکلیف کے باعث کہا کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور فراموش کر دی گئی ہوتی۔ شدت تکلف اور بیمارگی میں یہ الفاظ کہے پھر پریشانی کا یہ عالم ہے سر چھپانے کی جگہ نہیں اور یہ احساس تیز ہو گیا کہ بچہ کو چھپاؤں گی کیسے؟

دور جانے کی حکمت یہ بھی تھی کہ حضرت مریم کو حضرت زکریا سے حیاء آتی تھی کہ کہیں ان کو وضع حمل کا پتہ نہ چل جائے کہ آپ کے نگران تھے، مربی تھے۔

وصلّی اللّٰه تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ بِجِذۡعِ ٱلنَّخۡلَةِ تُسَٰقِطۡ
عَلَيۡكِ رُطَبٗا جَنِيّٗا ۲۵ فَكُلِي وَٱشۡرَبِي
وَقَرِّي عَيۡنٗاۖ فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ ٱلۡبَشَرِ
أَحَدٗا فَقُولِيٓ إِنِّي نَذَرۡتُ لِلرَّحۡمَٰنِ
صَوۡمٗا فَلَنۡ أُكَلِّمَ ٱلۡيَوۡمَ إِنسِيّٗا ۲۶ فَأَتَتۡ
بِهِۦ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهُۥۖ قَالُواْ يَٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ
شَيۡـٔٗا فَرِيّٗا ۲۷ يَٰٓأُخۡتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ
أَبُوكِ ٱمۡرَأَ سَوۡءٖ وَمَا كَانَتۡ أُمُّكِ بَغِيّٗا ۲۸

صدق اللہ العظیم

پھر درخت کے نیچے سے (فرشتے نے) ان کو آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں آپ کے رب نے آپ کے نیچے ایک نہر جاری کر دی ہے (۲۴) اور آپ اس کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلائیں تو تروتازہ کھجوریں گریں گی (۲۵) سو کھاؤ اور پیو اور آنکھ ٹھنڈی کرو جب بھی آپ کسی انسان کو دیکھو تو اس سے (اشارے) سے کہو میں نے رحمان کیلئے نذر مانی ہے کہ آج کسی انسان سے بات نہیں کروں گی (۲۶) پھر وہ اس بچے کو اٹھائے لوگوں کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا اے مریم! تم نے بہت سنگین کام کیا (۲۷) اے ہارون کی بہن نہ تمہارا باپ بُرا تھا نہ تمہاری ماں بدچلن تھی (۲۸)

تفسیر

جب حضرت مریم علیہا السلام کی پریشانی بڑھی اور وضع حمل سے لوگوں کی زبان کھلنے کا احساس ہوا تو نیچے اللہ نے نہر جاری کر دی۔ جب اللہ تجھ پر مہربان ہے اور بڑی مدد کر رہا ہے تو اب پریشانی کا ہے کی؟ ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ مریم تُو غمزدہ کیوں ہوتی ہے؟ اس معصوم بچے کو دیکھ جس کے چہرے پر عظیم نشانات چمک رہے ہیں کہ وہ ایک عظیم انسان ہے، اللہ کی عنایات پر دھیان کریں وہ کس قدر مجھے سرفرازی بخش رہا ہے، اس تنے کو ذرا ہلاؤ وہ تجھ پر کھجوریں گرائے گا، کھجوریں کھاؤ، ٹھنڈا پانی پیؤ اور اپنے بچے کو دیکھ

آنکھیں ٹھنڈی کرو اگر کسی بندے کو دیکھو تو اسے اشارے سے کہنا میں نے آج اللہ کیلئے خاموشی کے روزہ کی منت مانی ہے، آج بات نہیں کروں گی یہ اپنے دفاع کی ایک صورت بتائی جا رہی ہے کہ لوگوں کے طعن کی صورت میں خاموشی اختیار کرو اور بتادو میں نے خاموشی کا روزہ رکھا ہے جب حضرت مریم علیہا السلام وضع حمل کے بعد صحت مند ہوگئیں تو بچے کو اٹھائے قوم کے پاس لائیں، لوگوں نے کہا اے ہارون کی بہن مریم! تو نے یہ کام اچھا نہیں کیا، تیرے ماں باپ تو اچھے تھے نہ تمہارا باپ بدکار تھا نہ ماں بدچلن تھی۔

آیہ مبارکہ میں خاموشی کے روزہ کا ذکر فرمایا گیا پہلی شریعتوں میں چپ کا روزہ رکھنا جائز تھا ہمارے ہاں شریعت مطہرہ میں خاموشی کا روزہ رکھنا جائز نہیں، قوم نے حضرت مریم سے کہا اے ہارون کی بہن! یہ ہارون کون ہے؟ یا تو ہارون سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون ہیں اور حضرت مریم اُنہیں کی نسل سے تھیں یا اس سے مراد حضرت مریم کے سگے بھائی ہارون مراد ہیں اس کے بارہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک نیک سیرت بندہ تھا قوم نے مریم (علیہا السلام) سے کہا تو تو زہد وتقویٰ میں صالح کی بہن تھی، پھر تم نے یہ سنگین جرم کیا۔

ایک موقعہ پر حضور ﷺ سے یہ سوال کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! قرآن مقدس میں ہے "یا اخت ہارون" حضرت موسیٰ علیہ السلام تو عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے تھے تو فرمایا وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ حضرت ہارون اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کافی لمبا عرصہ ہے اس لئے یہاں موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون مراد نہ لئے جائیں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ ۖ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴿٣٠﴾ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿٣١﴾ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿٣٢﴾ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ﴿٣٣﴾

صدق اللہ العظیم

اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے کہا ہم اس سے بات کیسے کریں جو گھوارے میں بچہ ہے (۲۹) (بچہ نے) کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اُس نے مجھے نبی بنایا ہے (۳۰) اور اُسی نے مجھے بابرکت کیا ہے میں جہاں کہیں بھی ہوں اُس نے مجھے نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا ہے جب تک زندہ رہوں (۳۱) اور مجھے اپنی ماں کا حق ادا کرنے والا بنایا ہے اور مجھے جابر (اور) بدبخت نہیں بنایا (۳۲) اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا (۳۳)

تفسیر

حضرت مریم علیہا السلام قوم کے اعتراض پر جب خاموش رہیں اور بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس سے پوچھو تو قوم نے کہا مریم ہم پنگھوڑے میں پڑے بچے سے کیسے کلام کریں؟ حضرت مریم کے بچہ کی طرف اشارہ کرنے سے ایک اشارہ مل رہا ہے کہ حضرت مریم کو یقین ہو گیا ہے کہ یہ بچہ جواب دے دے گا اگر یہ یقین نہ ہوتا تو اشارہ ہی نہ کرتیں کہ وہ بولے گا نہیں تو رُسوائی ہو گی۔ بچے نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنی والدہ کی برأت کا اعلان کرتے کہ میری ماں طیبہ ہے طاہرہ ہے مگر اس سے پہلے اللہ رب العزۃ کی عظمت کا ذکر کیا کہ میں بندہ ہوں، نگاہ نبوت نے دیکھا کہ لوگ مجھے خدا

یا خدا کا بیٹا کہیں گے تو واضح اعلان کر دیا میں خدا نہیں، خدا کا بیٹا نہیں۔ معلوم ہوتا ہے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی نبی ہیں یہ نہیں فرمایا کہ مجھے کتاب دے گا نبی بنائے گا، بعض حضرات نے یہ معنیٰ کیا ہے کہ وہ مجھے کتاب دے گا نبی بنائے گا مگر مجھے اس معنیٰ سے قطعی اتفاق نہیں۔ پھر بچے نے یہ بھی واضح کیا ہے اس نے مجھے برکت والا بنایا ہے جہاں کہیں بھی ہوں۔ واضح ہو رہا ہے نبی پیدا ہوتے ہی بابرکت ہوتا ہے یہ بھی کہا مجھے زکوٰۃ کا تازیست حکم دیا گیا ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تقریر کہ میں واجب کتاب ہوں میرا وجود سراپا برکت ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ میری ماں طیبہ ہے طاہرہ ہے عابدہ ہے زاہدہ ہے اور میں اپنی والدہ کا خدمت گزار ہوں۔ اور مجھے اللہ نے جابر بدبخت نہیں بنایا۔ یہاں پر صرف والدہ کا ذکر ہے والدین کا نہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا وجود معجزانہ طور پر بغیر والد کے ہوا ہے۔

پھر فرمایا مجھ پر سلام ہو جس دن پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے یہ کلمات دعائیہ ہیں انسانی زندگی میں یہ تین دن بڑے اہم ہوتے ہیں، پیدائش کا دن، موت کا دن، جی اُٹھنے کا دن۔ اس آیہ مبارکہ میں تینوں کا ذکر کر دیا گیا ہے انسان انہیں دنوں میں سلامتی کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ وَلَدٍ ۖ سُبْحٰنَهُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٣٥﴾ وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ

یہی عیسیٰ بن مریم ہیں یہی حق بات ہے جس میں یہ شک کرتے ہیں (۳۴) اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے وہ پاک ہے وہ جب کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف یہی فرماتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے (۳۵) اور بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی

الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۳۷

صدق اللہ العظیم

عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے (۳۶) پھر نصاریٰ کی جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں پس کافروں کیلئے عذاب ہو، اس عظیم دن میں پیش ہونے پر (۳۷)

تفسیر

قرآن مقدس نے عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر تفصیل سے ذکر کیا جس پر کسی ذی عقل وایمان کو اعتراض نہیں کہ اُنہیں اللہ نے بغیر باپ پیدا کر دیا۔ اس آیہ مبارکہ میں فرمایا یہ عیسیٰ بن مریم اور یہ وہ سچی بات ہے جس میں لوگ جھگڑ رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش بغیر باپ کے نہیں بلکہ وہ مریم اور یوسف نجار کے لڑکے ہیں۔ قرآن مقدس کے اس ارشاد سے عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ پیدا ہونے کے فلسفہ کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے ''لنجعلہ آیۃ للناس '' تا کہ ہم اُسے اپنی قدرت کاملہ کی نشانی کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کریں جن لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر یہ کہا وہ تو خدا کا بیٹا ہے ان کی تردید اس طرح فرمائی گئی ہے اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ پاک ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ جب کسی شئی کا فیصلہ فرما دیتا ہے تو بس اتنا حکم دیتا ہے ''کُن'' تو وہ کام ہو جاتا ہے اور بلاشبہ اللہ میرا رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے اولاد سے پاک ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے اولاد اپنے باپ کی جنس سے ہوتی ہے اللہ اس سے پاک ہے، اولاد باپ کی کمزوری کی دلیل ہے اللہ اس سے پاک ہے اللہ کے ہاں اولاد ہو تو وہ بھی قدیم ہوگی یہ ناممکن ہے۔ باپ اولاد سے بڑی امیدی رکھتا ہے جو اس کی مجبوری کی دلیل ہیں اللہ ہر مجبوری سے پاک ہے، بیٹا ہونے کیلئے بیوی کا ہونا ضروری ہے اللہ اس سے پاک ہے، بیٹا ایک خاص مدت کے بعد پیدا ہوتا ہے اور اللہ اس سے پاک ہے کہ وہ جب ارادہ کرتا ہے تو شئی ہو جاتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا نصاریٰ کے اندر کئی گروہ بن گئے ان کے مشہور گروہ یہ ہیں، اسرائیلیہ ، نسطوریہ، یعقوبیہ۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد یہودی اور عیسائی دونوں گروہ ہیں، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس سے مراد کفار کے گروہ ہیں جن میں یہود و نصاریٰ آ گئے۔ کفار کے ذکر کے بعد فرمایا گیا کہ ان کیلئے عذاب ہے بڑے دن کے مشہد سے۔ اس سے مراد ان کا حساب کیلئے پیش ہونا ہے، شہادت سے مراد ان کے خلاف انبیاء اور فرشتوں کی بشارت ہے یا اس سے مراد ان کے ہاتھ پاؤں کی شہادت ہے یا اس سے مراد حساب و کتاب کا مشاہد ہے اس لئے اس دن کو عظیم فرمایا گیا۔ آیہ مبارکہ میں ''ذالك عیسیٰ ابن مریم ''میں یہود و نصاریٰ دونوں کا رد ہے، عیسائیوں نے انہیں بیٹا کہہ کر کفر کیا یہودیوں نے ان کی توہین کر کے کفر کیا یہاں تک کہہ دیا وہ یوسف نجار کی اولاد ہیں (معاذ اللہ) عیسیٰ علیہ السلام قول الحق ہیں جیسے وہ کلمۃ اللہ ہیں۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا لٰـكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ عَلَيۡهَا وَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾

صدق اللہ العظیم

جس دن یہ ظالم ہمارے پاس آئیں گے اس دن یہ خوب سننے لگیں گے اور دیکھنے لگیں گے آج تو یہ کھلی گمراہی میں ہیں (۳۸) (اے محبوب کریم) ان کفار کو حسرت وندامت کے دن سے ڈرائیں جس دن ہر بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور آج یہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے (۳۹) یقیناً ہم ہی زمین کے اور جو کچھ اس کے اوپر ہے وارث ہوں گے اور ہماری طرف ہی سب لوٹائے جائیں گے (۴۰)

تفسیر

یوم آخرت میں کفار کے سننے اور دیکھنے کو فعل تعجب کے صیغوں میں بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کفار آج تو حق سننے سے بہرے ہیں اور حق دیکھنے سے اندھے ہیں مگر قیامت کے دن جب اللہ کے حضور پیش ہوں گے تو ان کی حالت عجیب ہوگی، جب اس انسان کا سننا دیکھنا اس لائق ہے کہ ان پر تعجب کیا جائے، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ عنقریب وہ اپنے متعلق ایسا فیصلہ سنیں گے کہ ان کے دل دہل جائیں گے اور عنقریب یہ ایسا عذاب دیکھیں گے جس سے ان کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ ان سارے معانی میں یہ معنیٰ زیادہ موزوں نظر آتا ہے۔ محبوب ان کو عذاب کی وعید سنائیں اور دکھائیں جو قیامت کے دن انہیں دیا جائے گا۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا محبوب ان کفار کو حسرت کے دن سے بھی ڈرائیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑنے سے ڈریں، یوم حسرت سے مراد قیامت کا دن ہے، اس دن انہیں افسوس ہوگا ان کیلئے جنت کے باغات آسائشیں بنائی گئی تھیں مگر ایمان نہ لانے کی وجہ سے ان نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے۔

اس معنیٰ کی تائید حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جب دوزخی جنت میں اپنا گھر دیکھیں گے تو کہیں گے کاش اللہ ہمیں ہدایت دیتا، آج اِن کا افسوس کرنا انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا یہ دن کفار اور ایمان دار دونوں کیلئے یوم حسرت ہوگا، کفار اچھے کام نہ کرنے پر افسوس کریں گے، ایماندار اس طرح افسوس کریں گے کاش ہم اور زیادہ اچھے کام کرتے اور زیادہ درجات نصیب ہوتے۔

آیہ مبارکہ کے اگلے حصہ میں فرمایا گیا ان کا فیصلہ ہو چکا ہوگا دنیا میں انبیاء علیہم السلام نے انہیں ثواب و عذاب کی ساری راہیں بیان کر دی تھیں وہ غفلت میں رہے ایمان نہ لائے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر قیامت کے دن موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کر دینے کا فرمایا اور اس کے بعد یہ آیہ مبارکہ پڑھی، ” وانذرھم یوم الحسرة اذا قضی الله مروھم فی غفله “ اس کے بعد جنتی ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور جہنمی ہمیشہ جہنم میں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا بیشک ہم ہی زمین اور اُن کے وارث ہیں جو اس پر ہیں اور وہ سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے یعنی اللہ کے بغیر اس دن کوئی مالک ہوگا نہ حاکم ہوگا، چونکہ دنیا میں لوگ عارضی طور پر مالک رہے اس لئے وارث کا لفظ فرمایا گیا مگر قیامت آنے سے ان کی یہ عارضی ملکیت بھی ختم ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ پر وارث کا اطلاق ظاہری ملکیت کے اعتبار سے ہے۔

وصلّی اللّٰه تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا
نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ
مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ
شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ
الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ
صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ
اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾
يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ
مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾

صدق اللہ العظیم

اور آپ اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے بے شک وہ بہت سچے نبی تھے (۴۱) جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا اے میرے بابا آپ اس کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اور نہ آپ کے کسی کام آسکتا ہے (۴۲) اے میرے بابا بے شک میرے پاس ایسا علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں، آپ میری پیروی کیجئے میں آپ کو سیدھا راہ دکھاؤں گا (۴۳) اے میرے ابا، آپ شیطان کی پیروی نہ کریں بے شک شیطان رب کا نافرمان ہے (۴۴) اے میرے ابا مجھے ڈر ہے کہ آپ کو رحمان کی طرف سے عذاب پہنچے گا پس آپ شیطان کے ساتھی ہوجائیں گے (۴۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضورﷺ سے ارشاد ہے، محبوب آپ کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجئے وہ بہت ہی سچا نبی تھا، ابراہیم علیہ السلام کی سچائی، عظمت، راستبازی کا ذکر کفار مکہ کو سنایئے۔ کفار مکہ کو دعویٰ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں، یہود کہتے تھے وہ یہودی تھے عیسائی کہتے تھے وہ نصاریٰ تھے۔ قرآن مقدس نے ان دونوں گروہوں کی تردید فرمائی۔ ''ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا'' ابراہیم یہودی تھے نہ نصاریٰ۔

کفار مکہ بھی یہی دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ملت ابراہیمی کے پیروکار ہیں، ابراہیم علیہ السلام کی زبردست صداقت اور نبوت کا ذکر کر کے انہیں توجہ دلائی جا رہی ہے کہ تم دعویٰ تو کرتے ہو ملت ابراہیمی کی اتباع کا مگر پوجتے ہو پتھروں کو، بتوں کی پرستش کے متوالے ہو، ابراہیم علیہ السلام نے تو اپنے (چچا) آذر کو بت پرستی سے بڑے حکیمانہ انداز سے روکا تھا۔ بابا آپ اُس کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ کچھ سنتا ہے نہ کچھ دیکھتا ہے اور نہ تجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ آپ کا یہ انداز کس قدر حسین ہے، خدا کے علاوہ کسی اور کی عبادت جائز نہیں اگرچہ وہ دیکھتا ہو سنتا ہو مگر یہ بت تو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ کام آتے ہیں پھر ان کی عبادت کس قدر عقل وفکر سے دوری ہے۔ اشرف المخلوقات کا ان پتھروں کے سامنے سجدہ ریز ہونا کس قدر بُری حرکت ہے، عقل وفکر کا تقاضا ہے عبادت اس کی کی جائے جس کی طرف سے فضل وکرم انعامات زیادہ ہوں اور وہ صرف اللہ ہی ہے جب بت عبادت کرنے والے کی بات سن ہی نہیں سکتا، تو اس عبادت کا فائدہ کیا؟ جب یہ بت اپنے کو ٹوٹ پھوٹ سے بچا نہیں سکتے تو اپنے عابد کو کیا بچائیں گے؟

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آذر کو حق کا پیغام سناتے ہوئے نرم لہجہ، اخلاص کو اپنایا ہے، فرماتے ہیں بابا سوچو اللہ نے مجھے وہ علم دیا ہے جو آپ کے پاس نہیں، میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا، آپ کے اس حسین انداز سے پتہ چلتا ہے کسی کو ہدایت دینے کیلئے اچھا عمدہ بھلا طریقہ

اختیار کیا جائے، قرآن مقدس نے اس عنوان کو اس طرح فرمایا ہے، ''ادع الی سبیل ربك بالحکمة الموعظة الحسنه '' اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھے انداز سے بلاؤ، ابراہیم (علیہ السلام) پھر کہتے ہیں بابا شیطان کی عبادت نہ کریں شیطان خدا کا نافرمان ہے، کفار عبادت تو بتوں کی کرتے تھے مگر یہاں ہر شیطان کی عبادت سے روکا جارہا ہے کہ وہ شیطان کے اکسانے سے بتوں کے پرستار تھے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بابا! مجھے ڈر ہے کہ آپ کو اللہ کا عذاب پہنچے گا اور آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں گے، تیرے مشرکانہ عقائد تجھے لے ڈوبیں گے تو خدا کے کرم سے محروم ہو جائے گا، بابا! اللہ سے دوستی پیدا کرو، شیطان کی اتباع سے بچو، اپنے کو اللہ سے توڑنا اور شیطان سے جوڑنا عقلمندی نہیں۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿۴۹﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿۵۰﴾

صدق اللہ العظیم

(باپ نے) کہا اے ابراہیم کیا تو میرے خداؤں سے اعراض کرنے والا ہے اگر تو باز نہ آیا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو ہمیشہ کیلئے مجھے چھوڑ دے (۴۶) ابراہیم نے کہا تجھے سلام ہو میں تیرے لئے اپنے رب سے استغفار کروں گا بے شک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے (۴۷) میں تم کو چھوڑتا ہوں اور ان کو بھی جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور امید ہے میں اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہیں ہوں گا (۴۸) پھر جب ابراہیم اُن سے الگ ہو گئے اور اُن

سے بھی جن کی وہ لوگ اللہ کے سوا عبادت
کرتے تھے تو ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب عطا
کیئے اور ہم نے ہر ایک کو بھی بنایا (۴۹)

تفسیر

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بابا کو ہدایت کی طرف دعوت دی اور ایک خدائے قدوس کی عبادت کا راہ دکھایا تو جواب میں بابا نے انتہائی سخت رویہ اختیار کیا۔ یہاں سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ اسلام میں نرمی ہے کفر میں سختی۔ یادر ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا دین دینِ اسلام ہی رہا ہے جیسے ارشاد نبوی ہے ''نحن معشر الانبیاء ابونا واحد و امھاتنا شتی ''ہم انبیاء کا گروہ ہیں ہمارا باپ ایک ہے (اسلام) مائیں مختلف ہیں (شریعتیں)۔ ابراہیم کے جواب میں باپ نے کوئی معقول بات نہیں کی بلکہ سخت دھمکی دی کہ اگر تو نہ رُکا تو تجھے پتھراؤ کروں گا، یہ بھی پتہ چلا سچائی دلیل سے آراستہ ہوتی ہے اور جھوٹ غضب کا مظہر ہوتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ (چچا) کے دھمکی بھرے جواب پر پھر بھی امن پیار کا انداز اختیار کیا ہے، فرماتے ہیں تجھ پر سلام ہو میں تیرے لئے رب سے معافی طلب کروں گا، میرا رب بہت مہربان ہے۔ آذر کے سخت رویہ کے باوجود مشفقانہ انداز ہے اچھا بابا تم سلامت رہو، میری بات آپ نہیں مانتے ہیں، آپ کیلئے اللہ سے ہدایت اور مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا، میرا خدا مجھ پر بے حد مہربان ہے درخواست کرتا ہوں تو وہ قبول فرمالیتا ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آذر کو سلام کہنا آذر کی پرورش کا حق ادا کرنے کی وجہ سے تھا اس کے کفر کا احترام ہرگز نہیں یا یہ سلام دعا کی نیت سے ہے کہ اللہ انہیں اسلام میں لے آئے آپ نے جو آذر کیلئے مغفرت کی دعا کرنے کا کہا ہے یہ بھی اس اُمید پر ہے کہ وہ اسلام لے آئے گا اور جب ابراہیم علیہ السلام

جب آذر کے قبول اسلام سے نا اُمید ہو گئے اور یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے اور یہ جو دعا کی ہے وہ اس وعدہ کی وجہ سے تھی جو انہوں نے کر لیا تھا ابراہیم علیہ السلام نے اس کے بعد فرمایا میں تمہیں اور وہ جن کی عبادت کرتے ہو سب کو چھوڑتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں میرا رب مجھے محروم نہیں کرے گا اور جب آپ نے ان سب کو اللہ کی رضا کیلئے چھوڑ دیا، شہر چھوڑا، اعزاء اقربا چھوڑے، آپ نے اپنا آبائی وطن چھوڑا مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے شام میں قیام فرمایا، تو آپ کو نقصان نہیں ہوا، قدرت کی طرف سے اس کا عظیم صلہ دیا گیا، دو بیٹے، اسحاق اور یعقوب (علیہما السلام) عطا کئے اور وہ دونوں نبی تھے، اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا، رحمتوں سے مالا مال کیا ان کی سچی آواز کو بلند کیا، اب اُن کی یہ کیفیت قیامت تک جاری رہے گی، ذکر خیر رہے گا، درود شریف میں اُن کا ذکر ہے ہماری نماز کی تکمیل اسی سے ہے کہ حضور ﷺ پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود شریف پڑھیں۔ یہودی عیسائی مسلمان اپنے اختلافات کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کی عظمت کے قائل ہیں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىٓ ۡ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۱﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿۵۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ صدق اللہ العظیم

اور آپ اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجئے جو برگزیدہ تھے اور رسول نبی تھے (۵۱) ہم نے انہیں طور کی دائیں جانب سے ندا دی اور ہم نے انہیں قریب کر کے راز دار بنایا (۵۲) اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو ان کے بھائی ہارون نبی عطا فرمائے (۵۳) اور آپ اس کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے وہ سچے وعدہ والے رسول نبی تھے (۵۴) اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ

کا حکم دیتے تھے اور وہ اپنے رب کے نزدیک
پسندیدہ تھے(۵۵)

تفسیر

ابراہیم، اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے بعد حضرت موسیٰ کا ذکر فرمایا جارہا ہے محبوب اس کتاب میں موسیٰ کا ذکر کیجئے، بے شک موسیٰ علیہ السلام چنے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت کیلئے چن لیا تھا آپ برگزیدہ نبی تھے اور صاحب اخلاص نبی تھے۔ اس آیہ کریمہ میں موسیٰ علیہ السلام رسول بھی فرمایا گیا، نبی بھی جس پر وحی نازل ہو اور صاحب کتاب بھی ہو وہ رسول ہے اور جس پر وحی کا نزول ہو اور صاحب کتاب نہ ہو وہ نبی ہیں۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں، نبی کو نبی اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی شان میں ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے، سب سے بلند ہوتا ہے اس لئے بھی نبی کہا جاتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ایسے حقائق بتاتا ہے جو انسانی عقل وفکر سے بلند و بالا ہوتے ہیں، اس لئے بھی نبی کہا جاتا ہے کہ مخفی خبریں بتاتا ہے، قبر، حشر، نشر جنت دوزخ، صراط حساب ایسی خبریں بتاتا ہے جو عام انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہیں، نبی کو نبی اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ اور بندوں کے درمیان ایک ایسا عظیم ذریعہ ہے جس سے دنیا و آخرت کی اُلجھنوں کو دور کیا جاتا ہے۔

اگلی آیت میں موسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو اس طرح فرمایا گیا ہم نے اسے طور کی دائیں جانب سے پکارا اور راز کی باتیں کرنے کیلئے قریب کیا، یہ آپ کے شرف و مرتبہ کی دلیل ہے، ابوالعالیہ نے آپ کے شرف کی ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ جب توراۃ لکھی جارہی تھی آپ اس پر قلم چلنے کی آواز بھی سنتے تھے۔ طور پر اپنے رب سے باتیں کرنا بھی شرف کی بڑی دلیل ہے آپ کو عظیم معجزات کا عطا کرنا بھی قرب کی بڑی دلیل ہے انہیں راز دار بنانا بھی بڑی دلیل ہے، ہم نے اپنی رحمت سے اُسے اس کا بھائی ہارون نبی دیا، جو اس کا معاون و مددگار تھا۔ حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے کہ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کیجئے اور وہ وعدہ کے

سچے تھے اور رسول نبی تھے۔ اس آیہ مبارکہ میں جہاں اسماعیل علیہ السلام کی عظمت کا ذکر ہے وہاں پر بنی اسرائیل کے اس غلط نظریہ کی بھی تردید ہے کہ نبوت صرف اولادِ اسحاق میں ہی ہے، وہ کہتے تھے اسماعیل نبی نہیں، نبی اور رسول کا ذکر فرما کر ان کے اس نظریہ کی تردید کردی ہے کہ اسماعیل نبی نہیں تھے، اسماعیل علیہ السلام کی ایک اور صفت کو اس طرح بیان فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز، زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، جس سے پتہ چلتا ہے تبلیغ کا آغاز گھر سے کیا جائے۔

حضور ﷺ کو بھی حکم دیا گیا ''وانذر عشیرتک الاقربین'' اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں اور گھر والوں کو نماز کا حکم دیں۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایک اور صفت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ اللہ ان سے راضی ہے وہ رب کو پسندیدہ تھے، یہ مقام رضا بلند ترین مقام ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ السجدۃ

صدق اللّٰہ العظیم

آپ اس کتاب میں ادریس کا ذکر فرمائیے بیشک وہ بہت سچے نبی تھے (۵۶) اور ہم نے ان کو بلند جگہ پر اٹھالیا (۵۷) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبیوں میں سے انعام کیا جو آدم کی اولاد سے ہیں، اور ان لوگوں سے ہیں جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور جو ابراہیم اور یعقوب کی اولاد سے ہیں اور جو ان میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت دی اور چن لیا جب ان پر رحمان کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ سجدے کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں (۵۸)

تفسیر

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارہ میں کتب تفسیر میں اس طرح ذکر ملتا ہے آپ علم نجوم اور حساب کے موجد ہیں، درزی کے پیشہ کو آپ سے عزت ملی، سلے ہوئے کپڑے پہننے کا رواج آپ سے چلا، ناپ تول کے پیمانے بھی آپ نے ایجاد کئے، اسلحہ بنانے میں بھی آپ کو مہارت تھی، آپ کو نوح علیہ السلام سے پہلے نبوت دی گئی۔

حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ تھا، آپ پہلے نبی ہیں جنہوں نے قلم کے ساتھ خط کھینچا، ان کا نام اخنوح تھا، درس وتدریس کی مصروفیت کے باعث نام علم رمل اور نجوم کے بارہ میں جب تک یہ نظریہ ہے کہ یہ محض علم ہیں ان کا جواب صحیح بھی ہوسکتا ہے، غلط بھی تو حرج نہیں اگر ان کے جواب کو حتمی اور یقینی تصور کرلیا جاتا ہے تو غلط ہے۔ بعض علماء نے کہا چونکہ حضرت ادریس کی نبوت منقطع ہوچکی اس لئے اب یہ جائز نہیں۔

سیدنا ادریس علیہ السلام کی صفات مبارکہ کا ذکر اس طرح فرمایا گیا وہ بہت سچے نبی تھے ان کی سچائی کے ذکر کرنے سے ان کی اہم صفات کا ذکر کرنا مقصود ہے ورنہ ہر نبی سچا ہوتا ہے ایک اور صفت کا ذکر فرمایا گیا، ہم نے اسے بلند مقام پر اٹھالیا، معراج کی رات حضور ﷺ سے چوتھے آسمان پر حضرت ادریس کی ملاقات ہوئی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ، حضرت انس، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ روایت ملتی ہے کہ آپ چوتھے آسمان پر ہیں۔

بعض حضرات نے آسمان پر اٹھانے کا مفہوم یہ لیا ہے کہ ادریس کے درجات کو بہت بلند کیا مگر یہ مفہوم قرآن مقدس کے ارشاد ''مکانا علیا'' سے ہٹا ہوا دکھائی دیتا ہے، حضور ﷺ کی معراج کی شب ملاقات سے واضح ہے ان کے جسم کو بلندی پر اٹھایا گیا اور یہی بات حتمی دکھائی دیتی ہے۔ اگلی آیہ پاک میں انبیاء علیہم السلام سے اولاد آدم کا ذکر فرمایا، اس سے مراد حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، اسحاق،

اسماعیل یعقوب علیہم السلام ہیں۔ان کی عظمت ورفعت کا ذکر ہے اس کے بعد اللہ کے حضوران کے عجز و انکساری خشوع وخضوع اورخوف خدا کا ذکراس طرح فرمایا گیا کہ جب ان پرآیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ خوف خدا سے روتے ہوئے سجدے میں گر پڑتے ہیں، درجات کی بلندی کے باوجود وہ اللہ کے حضور عجز و انکساری کرتے ہیں، روتے ہیں آنسو بہاتے ہیں، انبیاء کی اتباع میں اگر ہمیں بھی رونا نصیب ہو جائے تو خوش قسمتی ہے یہ آیہ سجدہ ہے یہاں تلاوت پر ہر قاری کو سجدہ کرنا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُواْ ٱلصَّلَوٰةَ وَٱتَّبَعُواْ ٱلشَّهَوَٰتِۖ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحٗا فَأُوْلَٰٓئِكَ يَدۡخُلُونَ ٱلۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُونَ شَيۡـٔٗا ﴿٦٠﴾ جَنَّٰتِ عَدۡنٍ ٱلَّتِي وَعَدَ ٱلرَّحۡمَٰنُ عِبَادَهُۥ بِٱلۡغَيۡبِۚ إِنَّهُۥ كَانَ وَعۡدُهُۥ مَأۡتِيّٗا ﴿٦١﴾ لَّا يَسۡمَعُونَ فِيهَا لَغۡوًا إِلَّا سَلَٰمٗاۖ وَلَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِيهَا بُكۡرَةٗ وَعَشِيّٗا ﴿٦٢﴾ تِلۡكَ ٱلۡجَنَّةُ ٱلَّتِي نُورِثُ مِنۡ عِبَادِنَا مَن كَانَ تَقِيّٗا ﴿٦٣﴾

صدق اللہ العظیم

پھر ان کے بعد ایسے نا خلف آئے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی اتباع کی عنقریب وہ ہلاکت میں جا گریں گے (۵۹) سوا ان کے جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور کام اچھے کئے وہ جنت میں جائیں گے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (۶۰) وہ ہمیشہ کیلئے جنات ہیں جن کا رحمان نے اپنے بندوں کے ساتھ غیب سے وعدہ کیا ہے بے شک اس کا وعدہ پورا ہونے والا ہے (۶۱) وہ جنت میں اسلام کے سوا کوئی لغو بات نہیں سنیں گے ان کیلئے صبح وشام ان کا رزق ملے گا (۶۲) ایسی جنت ہے جس کا وارث ہم اپنے ایسے بندوں کو بنائیں گے جو متقی ہوگا (۶۳)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر بندے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہوا جو یادالٰہی میں زندگی گزارتے ہیں جب اُن پر تلاوت کی جاتی ہے تو روتے ہوئے سربسجود ہوتے ہیں، اس آیہ پاک میں ان کے بعد نااہل جانشینوں کا ذکر ہے، جنہوں نے اپنے بزرگوں کا انداز ختم کر دیا اور نماز جیسے اہم فریضہ کو بھی فراموش کر دیا یا تو اس کی فرضیت کے ہی قائل نہ رہے یا ادا کرنے میں تساہل کیا اور اپنی خواہشات کی پیروی میں لگ گئے، ایسے لوگ اپنی نافرمانی کی سزا بھگتیں گے اس ارشاد سے معلوم ہوا نماز سے لاپرواہی اور غفلت کس قدر بدترین جرم ہے اور شہوات کے پیچھے بھاگنا نماز نہ پڑھنے کے باعث ہی ہے اگر نماز کی باقاعدگی رہتی، خدائے قدوس سے تعلق جڑا رہتا تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی، نماز ایک ایسا حسین عمل ہے جو بندے کو خدا سے جوڑے رکھتا ہے۔

نماز کو بے وقت پڑھنا، بلا جماعت پڑھنا بھی ضائع کرنا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمال حکومت کو یہ ہدایت نامہ بھیجا تھا کہ میرے نزدیک تمہارے سارے کاموں میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ باقی احکام کو بھی اور زیادہ ضائع کرے گا۔

موجود صورتحال میں بعض لوگ جو جلیل القدر لوگوں کی اولاد ہیں وہ کس قدر ان کی حسین راہ سے ہٹ گئے اُن کے نظام حیات کو قطعی بھول گئے، لہو ولعب میں مصروف ہو گئے سرکشی کا راستہ اختیار کر لیا اُن کی اس نااہلی کی وجہ سے اہل اللہ کے مقدس نظریات کی کس قدر توہین ہو رہی ہے، اور مخالف لوگوں کی زبان کس قدر نکل رہی ہے۔

اگلی آیہ پاک میں فرمایا اگر کوئی اپنے گناہوں سے تائب ہو گیا کام اچھے کئے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں ہو گا وہ جنتیں جس کا وعدہ رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں کیا ہے کہ وہ جنتیں ان کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں، پورا ہو کر رہے گا۔ جنت

کی بے شمار نعمتوں سے ایک اہم نعمت یہ بھی ہوگی کہ وہاں پر کسی قسم کی بے ہودہ بات سننے میں نہیں آئے گی، وہاں کا پورا ماحول صاف ستھرہ پاکیزہ ہوگا، وہاں کے رہنے والوں کو بری آوازوں کی سماعت سے امن ہوگا۔

اس آیہ کریمہ میں جنت کی صفات کا ذکر فرمایا گیا ہے، ایک صفت یہ ہے کہ وہ جنات عدن ہیں، ایک صفت یہ ہے کہ رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں وعدہ کیا تھا یہ جنت ان سے غائب تھی یا وہ اس سے غائب تھے۔ آیہ کریمہ کے اختتام پر ذکر ہے یہ جنت ایسی ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں سے اُسے بنائیں گے جو متقی ہوگا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ
اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا
كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ
لِعِبَادَتِهٖ ۗ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور ہم (فرشتے) صرف آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، ہمارے آگے اور پیچھے اور جو اس کی کے درمیان ہے وہ سب اسی کی ملکیت ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں (۶۴) آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا وہی رب ہے سو اُسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو کیا تم اس کے کسی ہم نام کو جانتے ہو (۶۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ کے اترنے کا سبب یہ بنا، جب کفار نے حضور ﷺ سے روح، اصحاب کہف، اور ذوالقرنین کے بارہ میں سوال کیا تو حضور ﷺ نے نزول وحی کے اعتماد پر فرما دیا میں کل بتاؤں گا اور وحی

نازل نہ ہوئی اس وقت آپ نے جبریل علیہ السلام سے کہا تھا کہ آپ جتنی بار آتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے؟، تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ ہم آپ کے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں، جب وہ چاہتا ہے ہمیں آپ کی طرف بھیج دیتا ہے، وحی کا نزول کسی وجہ سے مؤخر ہوا، آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا رب ہے وہی عبادت کے لائق ہے اسی کی عبادت کرو، اگر نزول وحی میں تاخیر ہو جائے تو آپ پریشان نہ ہوں، پہلے کی طرح ہی عبادت پر کمر بستہ رہیں۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرمایا گیا کیا تم اس کے کسی ہم نام کو جانتے ہو؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا کیا تم اس کے کسی بیٹے کو جانتے ہو؟ یہ بھی فرمایا کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا نام رحمان ہو؟ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ کیا تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کا نام اللہ ہو؟ کفار نے اپنے کسی بت کا نام اللہ نہیں رکھا، اللہ تعالیٰ کے بغیر اس کائنات میں کسی کو بھی اللہ نہیں کہا گیا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَيَقُولُ الْإِنسَانُ أَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

صدق الله العظيم

انسان کہتا ہے جب میں مر جاؤں گا تو کیا میں عنقریب زندہ کر کے نکالا جاؤں گا (٦٦) کیا انسان یہ یاد نہیں کرتا کہ اس سے پہلے ہم نے اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا (٦٧) تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے پھر اُنہیں ضرور جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے حاضر کریں گے (٦٩) پھر ہم ہر گروہ سے اس کو باہر نکالیں گے جو رحمان پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہو گا پھر بے شک ہم ان

لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل
ہونے کے زیادہ لائق ہیں (۷۰)

تفسیر

اسلامی عقائد میں ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ انسان مرنے کے بعد قیامت کو اُٹھایا جائے گا اور اُس سے حساب کتاب لیا جائے گا یہ بات کفار کیلئے حیران کن تھی کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب بندہ مرجائے گا، ہڈیاں بوسیدہ ہوجائیں گی، وہ دوبارہ کیسے اٹھایا جائے گا، یہ بات ان کی عقل کے خلاف تھی اس پر اسلامی نظریہ کا مذاق اڑاتے۔

اسی سلسلہ میں ایک دن ابی بن خلف کو ایک بوسیدہ ہڈی مل گئی اور وہ اس ہڈی کو کفار ومشرکین کے پاس لایا اور کہا سوچو کہ وہ (محمد ﷺ) کہتے ہیں اس ہڈی کو ازسرنو دوبارہ زندہ کیا جائے گا بھلا ایسا ہونا ممکن ہے؟ اس کا ذکر فرمایا گیا کہ لوگ اس کو تسلیم نہیں کرتے ،فرمایا جارہا ہے کیا انسان کو یہ یاد نہ رہا کہ ہم نے اسے پیدا کیا اور اسے پہلے وہ کچھ بھی نہ تھا۔جس ذات گرامی نے انسان کو پہلے وجود بخشا، وہ اب بھی قادر ہے کہ دوبارہ زندہ کردے،اور یہ دوبارہ زندہ کرنا پہلے سے کہیں زیادہ آسان ہے۔

اس آیہ کریمہ میں ان کفار کا رد فرمایا گیا ہے اس کے بعد فرمایا گیا ہم ان سب کو اور شیطانوں کو جمع کریں گے،ان سب کا ایک ساتھ حشر ہوگا، کفار کو گمراہ کرنے والے شیاطین بھی اُن کے سات ہی جکڑے ہوں گے مسلمانوں کو کفار کی یہ حالت دیکھ کر خوشی ہوگی کہ کفار کی رسوائی ہورہی ہے ان کی حالت یہ ہوگی قیامت کے اس دردناک منظر کی وجہ سے وہ سیدھے کھڑے نہ ہوسکیں گے، گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے اس کے بعد فرمایا ہم ہر گروہ سے اُسے ضرور باہر نکالیں گے جو رحمان پر سب سے زیادہ اکڑنے والا ہوگا، کفار کو جہنم کے گرد جمع کرنے کے بعد زیادہ سرکش، اکڑباز متکبرین کو الگ کھڑا کیا جائے گا یہ وہ ہوں گے جو لوگوں کے دلوں میں شک وشبہات ڈال کر گمراہ کرتے تھے ان کا عذاب دوسروں سے زیادہ ہوگا، پھر فرمایا

ہم ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو جہنم میں داخل ہونے کے زیادہ لائق ہوں گے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ
رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ
اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾
وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ
الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ
خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا
قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَرِئْيًا ﴿٧٤﴾

صدق اللہ العظیم

اور بے شک تم میں سے ہر شخص دوزخ پر وارد ہو گا یہ آپ کے رب کے نزدیک قطعی فیصلہ کیا ہوا ہے (۷۱) پھر ہم متقین کو دوزخ سے نکال لیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے (۷۲) اور جب اُن پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو کفار مومنوں سے کہتے ہیں کہ دو فریقوں میں سے کس کا مقام اچھا ہے اور کس کی منزل واضح زیادہ بہتر ہے (۷۳) اور ہم اُن سے پہلے کتنی بستیوں کو برباد کر چکے ہیں جن کا سامان اور آرائش ان سے زیادہ شاندار تھی (۷۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد ہوا ہر گروہ سے سرکش لوگوں کو چن چن کر الگ کریں گے اور آگ میں جلاتے جائیں گے، اس آیہ مبارکہ میں ذکر ہے ہر مومن کافر مشرک کو دوزخ پر وارد ہونا ہوگا اور یہ قدرت کا اٹل فیصلہ ہو چکا ہے، لفظ ''ورود'' کے معنیٰ میں اختلاف کیا گیا ہے ایک معنیٰ یہ ہے کہ سبھی مومن کافر دوزخ پر وارد ہوں گے یہاں پر معنیٰ داخل ہونا نہیں، وارد کا لفظ قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر بھی فرمایا ہے جہاں معنیٰ داخل ہونا نہیں، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے ایک بھائی کو کنوئیں پر بھیجا'' فـارسلـوا

واردھم ’’انہوں نے اپنے بھائی کو بھیجا یہ کنوئیں کے اندر نہیں گیا تھا بلکہ کنارے پر کھڑا تھا، یہاں بھی یہ معنیٰ ہوگا لوگ مومن، کافر جہنم پر وارد ہوں گے پھر کفار دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے، مومنوں کو منظر دیکھنے کے بعد بچالیا جائے گا۔ بعض نے وارد بمعنیٰ داخل کیا ہے پر اس کی یہ صورت ہوگی کہ سبھی نیک و بد آگ میں جائیں گے اور آگ مومن کیلئے ٹھنڈی اور بے ضرر ہوگی جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی ہوئی تھی یہاں تک کہ آگ شور مچانے لگے گی ابھی ان لوگوں کو ٹھنڈا کرتے میری گرمی ختم ہو رہی ہے، پھر اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کو وہاں سے نکال لے گا اور کفار وہاں پڑے رہیں گے۔

ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ ورود سے مراد اس پُل سے گزرنا لیا ہے جو دوزخ کے اوپر بچھائی جائے گی، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسی معنیٰ کی تائید ہوتی ہے، پھر لغت میں ورود کے معنٰی دخلو کے ہیں ہی نہیں، اگر دخول کا معنیٰ لیا جائے تو بطور عبور مراد ہوگا۔ اس ورود کے بعد متقین کو نجات دے دی جائے گی اور کفار گھٹنوں پر گرے ہوں گے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں کفار کی ایک غلط روش اور ہٹ دھرمی کا ذکر کیا گیا ہے، جب کفار پر آیات تلاوت کر کے انہیں ہدایت کی طرف بلایا جاتا ہے تو جواب دیتے، مسلمانوں! تم ہماری معاشی حالت کو دیکھو کس قدر اچھی ہے ہمارے رہائشی مکانات، عمارتیں تم سے زیادہ اچھی آرام دہ اور خوبصورت ہیں تم بھی ہماری بات مانو، عزت پاؤ گے، مسلمانوں تم ہمیں اپنی طرف بلا کر ہمیں بھی اپنی طرح پریشان کرنا چاہتے ہو، ان کفار نے یہ نہ سوچا کہ ان سے پہلے کتنے لوگ تھے جو بڑی بڑی عمارتوں اور محلات کے مالک تھے اور ان سے کہیں زیادہ سج دھج والے تھے وہ ہم نے برباد کر دیئے، انہیں چاہئے اُن سے عبرت حاصل کریں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قُلۡ مَنۡ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ فَلۡيَمۡدُدۡ لَهُ الرَّحۡمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوۡا مَا يُوۡعَدُوۡنَ اِمَّا الۡعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضۡعَفُ جُنۡدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيۡدُ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اهۡتَدَوۡا هُدًى ؕ وَالۡبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيۡرٌ عِنۡدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيۡرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾ اَفَرَءَيۡتَ الَّذِىۡ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوۡتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾

صدق اللہ العظیم

آپ کہہ دیجئے جو گمراہی میں ہو تو رحمان اُسے لمبی ڈھیل دیئے رکھتا ہے یہاں تک کہ جب وہ چیز دیکھیں گے جس کا وعدہ کیا گیا ہے یعنی عذاب یا قیامت تو اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ مکان کے لحاظ سے کون بُرا ہے اور لشکر کے اعتبار سے کون کمزور ہے (۷۵) اور زیادہ کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کی ہدایت کو اور باقی رہنے والی نیکیاں آپ کے نزدیک بہتر ہیں ثواب کے اعتبار سے اور انہیں کا انجام اچھا ہے (۷۶) کیا آپ نے دیکھا اس کو جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا مجھے ضرور دیا جائے گا مال اور اولاد سے (۷۷)

تفسیر

حضور ﷺ سے فرمایا جا رہا ہے محبوب آپ سرکشوں سے کہہ دیجئے کہ وہ دنیا کے مال اور اسباب پر مغرور نہ ہوں اور انہیں ڈھیل دے رکھتا ہے کہ عقل و فکر سے کام لیں جب مہلت کی مدت ختم ہو جاتی ہے ت و پھر انہیں عذاب میں جکڑ لیا جاتا ہے پھر اُنہیں پتہ چلتا ہے کہ وہ کس قدر رلا چار ہیں، بے بس ہیں عذاب یا قیامت کا وقوع ان کے غرور کو توڑتا ہے، انہیں بتا دیں مال کی فراوانی دولت کی کثرت یا معاشی کمزوری حق و باطل کا معیار نہیں۔ یہ عیش و عشرت ایک دن ختم ہو گی، پھر اس پر ناز کیوں؟ ان کی سج دھج کی محفلیں بالآخر برباد ہوں گی۔ اگلی آیہ مبارکہ میں ایمانداروں پر کرم و فضل کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ ان لوگوں کے نور ایمان

کو زیادہ کرتا ہے، روحانی درجات میں ترقی بخشتا ہے اور ان کی روحانیت کا یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ باقیات صالحات سے مراد ایمان ہے، اعمال صالحہ ہیں کہ ان کا نفع دائمی ہے اور باقی رہنے والا ہے۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ باقیات صالحات سے مراد نمازیں ہیں، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ باقیات صالحات سے مراد عام نیک اعمال ہیں اور صدقہ و خیرات ہیں جس سے دوسرے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے، باقیات کے عنوان پر ترمذی شریف کی حدیث مؤید ہے، سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں انہوں نے ایک بکری ذبح کی (اور تقسیم کردی) حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ اس میں سے کچھ باقی ہے تو آپ نے عرض کی ایک شانہ باقی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا اس شانہ کے علاوہ سب باقی ہے یعنی جو اللہ کی راہ میں دے دیا گیا وہ سب باقی ہے جو اپنے لئے رکھ لیا گیا، وہ فانی ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ ''افرأیت الذیٰ'' کے اترنے کا سبب یہ بنا حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں عاص بن وائل سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے گیا اُس نے کہا میں تمہیں اس وقت تک تمہارا قرض واپس نہیں کروں گا جب تک تم محمد (ﷺ) کے ساتھ کفر نہیں کرو گے، حضرت خباب نے فرمایا میں حضور ﷺ سے کفر نہیں کروں گا، حتی کہ تو مر جائے اور پھر تجھے اٹھایا جائے یعنی یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں حضور ﷺ سے کفر کروں۔ عاص نے کہا میں مرنے کے بعد اُٹھایا جاؤں گا؟ میں نے کہا ہاں، ایسا ہی ہوگا، عاص نے کہا میرا وہاں بھی مال ہوگا، اولاد ہوگی تو میں وہاں تمہارا قرض ادا کردوں گا، تب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی جس میں عاص بن وائل کی مذمت ہوئی۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ
عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ
لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ
وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾ كَلَّا ۭ
سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ
عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا
الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾
فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾

صدق اللہ العظیم

کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے رحمان سے کوئی وعدہ لے لیا ہے (۷۸) ایسا ہر گز نہیں جو کچھ یہ کہہ رہا ہے ہم لکھ لیں گے اور اس کیلئے عذاب کو خوب لمبا کر دیں گے (۷۹) اور ہم ہی رسول کی باتوں کے وارث ہیں اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا (۸۰) اور انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کے مددگار ہوں (۸۱) ایسا ہر گز نہیں قریب ہے وہ ان کی عبادتوں کا انکار کر دیں گے اور ان کے خلاف ہو جائیں گے (۸۲) کیا آپ نے دیکھا نہیں ہم نے شیاطین کو ان پر مسلط کر کے بھیجا ہے اور وہ انہیں برائیوں پر برانگیختہ کرتے رہتے ہیں (۸۳) آپ ان کے متعلق جلدی نہ کریں ہم تو صرف ان کی میعاد پوری کر رہے ہیں (۸۴)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں عاص بن وائل کی گستاخی کا ذکر ہوا اس نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے بات کی تھی کہ جب میں قیامت کو اُٹھوں گا تو پھر تیرا قرض چکا دوں گا، اس آیہ پاک میں اس گستاخ کے بارہ میں فرمایا گیا ہے کہ اُسے ایسا کہنے کی جرأت کیوں ہوئی، کیا وہ غیب پر آگاہ ہو گیا ہے یا اس نے خدا سے کوئی ایسا وعدہ کر رکھا ہے؟ ایسا ہر گز نہیں ہم اس کی ہر بات کو لکھ لیں گے اور اس کیلئے عذاب کو لمبا کر دیں گے اور جو

کچھ کہتا ہے ہم ہی وارث ہوں گے اور ہمارے ہاں وہ تنہا آئے گا، مال اولاد، سامان اسباب سے محروم ہوگا کفار و مشرکین کی ہدایت فرمائی جارہی ہے کہ انہوں نے اللہ کے علاوہ معبود بنا رکھے ہیں، کہ ان کے مددگار ہوں، مشرکین مکہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے بت قیامت کے دن ان کے مددگار ثابت ہوں گے، شفاعت کریں گے ان کے اس غلط عقیدہ کا رد فرمایا جارہا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بت اپنے عبادت کرنے والوں کا رد کریں گے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان بتوں کو زندہ کرے گا اور وہ ان لوگوں کو لعن طعن کریں گے، جھڑکیں گے جس سے مشرکین کو مایوسی ہوگی یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ مشرکین خود ان بتوں سے بے زاری کا اعلان کریں گے اور بتوں کی عبادت کی مذمت کریں گے بت اُن کی ضد ہو جائیں گے یعنی مخالفت کریں گے۔ حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب! کیا آپ نے دیکھا نہیں ہم نے شیاطین کو ان پر مسلط کر کے بھیجا ہوا ہے وہ انہیں برائیوں پر انگیختہ کرتے ہیں، کفار کے پاس ان کے نظریات کے کوئی دلائل نہیں، صرف شیاطین انہیں اکساتے ہیں اور یاوہ گوئی کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں شیاطین کفار کو اطاعت کی بجائے سرکشی کی طرف لاتے ہیں یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ شیاطین کفار کو مسلسل برے کاموں کی طرف راغب کرتے رہے ہیں حتیٰ کہ دوزخ میں پہنچا دیتے ہیں، حضور ﷺ سے فرمایا جارہا ہے محبوب آپ کی تبلیغ میں کمی نہیں، کفار کو شیاطین گمراہ کررہے ہیں، آپ ان کے عذاب کی جلدی نہ کریں ہم ان کی میعاد پوری کررہے ہیں۔ یہ معنیٰ بھی لیا گیا ہے کہ ان کے سانس گنے ہوئے ہیں جب ایک سانس گزرتا ہے تو تیری زندگی کا ایک جز کم ہو جاتا ہے انسان دن رات میں ۲۴ ہزار سانس لیتا ہے، بتایا جارہا ہے لوگ دنیا اور اس کی لذت پر کتنے مگن ہیں جس کے الفاظ اور سانس گنے جارہے ہوں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾
وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾
لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ
عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ
وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ
وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ
وَلَدًا ﴿۹۲﴾ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾

صدق الله العظيم

وہ دن جب ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کے حضور اکٹھا کریں گے (۸۵) عزت واحترام سے) اوراس دن پیاسے مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک کر لائیں گے (۸۶) انہیں شفاعت کا کوئی اختیار نہیں ہوگا سوا ان کے جنہوں نے خداوند رحمان سے کوئی وعدہ لے لیا ہے (۸۷) اور کفار کہتے ہیں رحمان نے (فلاں کو) اپنا بیٹا بنالیا ہے (۸۸) اے کفار! تم نے ایسی بات کی ہے جو بہت معیوب ہے (۸۹) قریب ہے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ لرزتے ہوئے گر پڑیں (۹۰) کہ وہ کہہ رہے ہیں رحمان کا بیٹا ہے (۹۱) اور رحمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے (۹۲) آسمانوں اور زمینوں میں سے ہر ایک رحمان کے سامنے بطور بندہ حاضر ہوگا (۹۳)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں ایمانداروں کی بارگاہ قدس میں حاضری کا ذکر فرمایا گیا کہ وہ کس شان وشوکت اور عظمت کے ساتھ حاضر ہوں گے، وہ اپنی عبادت واطاعت کی سواریوں پر سوار ہو کر حاضر ہوں گے اس شان وشوکت کی حاضری کو عمر بن قیس نے اس طرح بیان کیا ہے، جب مومن قبر سے اُٹھے گا تو اس کا عمل

خوبصورت انسانی شکل میں اس کا استقبال کرے گا وہ عمل مومن سے پوچھے گا تو نے مجھے پہچانا؟ مومن کہے گا نہیں وہ کہے گا میں تیرا عمل صالح ہوں، دنیا میں تجھ پر سوار تھا آج میں تجھے کندھوں پر اٹھانے کیلئے آیا ہوں، کافر کا عمل بری صورت اور بدبودار حالت میں اس کا استقبال کرے گا اور کہے گا میں تیرا برا عمل ہوں۔

صاحب روح المعانی نے قیامت کے دن ایمانداروں کی عزت وعظمت کے سلسلہ میں عمر بن حزم انصاری سے ایک روایت نقل کی ہے کہ تین دن تک حضور ﷺ کا یہ معمول رہا کہ آپ پنجگانہ نماز کیلئے تشریف لاتے اور پھر الگ ہو کر خلوت نشین ہو جاتے، چوتھے دن حضور ﷺ تشریف لائے تو آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ آپ تین دن تک الگ رہے ہیں، ہمیں فکر ہوئی کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو، حضور ﷺ نے فرمایا پریشانی کی کوئی بات نہیں، ایک خوش کن واقعہ ہے میرے رب نے میرے ساتھ یہ وعدہ فرمایا ہے میری اُمت سے ستر ہزار آدمی کو بلاحساب جنت میں بھیج دیا جائے گا میں تین دن تک اس تعداد میں اضافہ کی درخواست کرتا رہا تو اللہ نے بڑا کرم فرمایا اور فرمایا ستر ہزار کے علاوہ ان میں ہر شخص کے ساتھ ستر ستر ہزار عطا فرمایا، اور مجرموں کے متعلق فرمایا کہ ان کا حشر اس طرح ہوگا ہم انہیں یہاں سے جانوروں کی طرح ہانک کر جہنم میں پہنچائیں گے، انہیں قیامت کے دن کسی قسم کی سفارش کا حق نہیں ہوگا مگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب سے کوئی عہد رکھا ہے۔

علامہ قرطبی نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عہد کے سلسلہ میں ایک روایت نقل کی ہے حضور ﷺ نے فرمایا صحابہ کیا تم عاجز ہو کر ہر صبح وشام اپنے رب سے عہد لو، صحابہ نے عرض کی حضور وہ کس طرح؟ تو آپ نے اس دعا کا ذکر کیا ''اے اللہ تو آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے پیدا کرنے والا ہے، غیب وشہادت کو جاننے والا ہے میں تیرے پاس عہد کرتا ہوں، گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں تیرا کوئی شریک نہیں اللہ اس عہد کو عرش کے نیچے رکھ دے گا قیامت کے دن منادی کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اللہ کے پاس عہد ہے تو وہ بندہ کھڑا ہو گا اور اُسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

اگلی آیہ مبارکہ میں یہود و نصاریٰ کی گستاخی کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے خدا کیلئے بیٹا مانا، یہود نے عزیر علیہ السلام کو کہا، عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو، ان کی مذمت فرمائی کہ اللہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو وہ حیّ ہے قیوم ہے ان لوگوں نے بہت بُری بات کہی کہ خدا کیلئے بیٹا ثابت کرنے کی کوشش کی، یہ اس قدر بڑا الزام ہے کہ اس کی نحوست سے آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ گر جائیں کہ وہ کہہ رہے ہیں خدا کا بیٹا ہے اللہ اس سے پاک ہے زمین و آسمان کی ہر شئ رب کی بارگاہ میں بطور بندہ حاضر ہوگی اگر اللہ حلیم نہ ہوتا اور اس نے عذاب کو مؤخر نہ کیا ہوتا تو اس بات کے سبب وہ ایسا عذاب بھیجتا کہ آسمان پھٹ جاتا، زمین شق ہوجاتی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ
اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ
الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ
لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِیْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾
وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ
تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ نے ان سب کا احاطہ کرلیا ہے اور ان کو گن لیا ہے(۹۴) اور قیامت کے دن اُن میں سے ہر ایک اس کے سامنے تنہا پیش ہوگا (۹۵) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور کام اچھے کیے عنقریب اللہ ان کیلئے محبت پیدا کردے گا(۹۶) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ آپ اس سے متقین کو بشارت دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں (۹۷) اور ہم نے پہلے کئی صدیوں کے لوگوں کو ہلاک کیا، کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان میں سے کسی کی آہٹ سُنتے ہیں(۹۸)

تفسیر

کفار و مشرکین کے بارہ میں فرمایا گیا کہ انہیں اللہ نے گن لیا ہے اور وہ سارے قیامت کے دن تنہا پیش ہوں گے، بارگاہ قدس میں کفار کی بے بسی کی پیشگی کے بعد ایمانداروں کا ذکر فرمایا گیا کہ ایماندار اور اچھے کام کرنے والے لوگوں کیلئے اللہ ان کے دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا۔ اس ضمن میں حضورﷺ کا وہ ارشاد گرامی واضح دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تُو بھی اس سے محبت کر، جبریل بھی محبت کرنے لگتا ہے پھر آسمان والوں میں یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر آسمان وزمین والے بھی محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے صالحین اور مقرب فرشتوں کے دلوں میں مومن کی محبت پیدا کر دی ہے، انبیاء علیہم السلام صحابہ کرام اہل اللہ، اولیاء عظام ان تمام طبقات کی محبت اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی ہے۔ ہزم بن حبان نے فرمایا جو لوگ اپنے پورے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں تو اللہ اہل ایمان کے دل ان کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی رضا کیلئے اپنے بال بچوں کو ریگستان عرب میں چھوڑ کر واپس گئے تو قدرت کا کرم ہوا کہ کائنات کو ان کی طرف متوجہ کر دیا آج دنیا بھر سے لوگ کشاں کشاں کعبہ آ رہے ہیں۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا ہم نے قرآن پاک کو آپ کی زبان میں آسان کر دیا ہے تاکہ غور و فکر کرنے والوں کیلئے آسانی ہو اور ہو لوگ جو جھگڑالو ہیں انہیں آپ ڈرائیں اور وہ شخص ہے جو حق سننے سے بہرا ہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جھگڑالو کا ذکر خصوصیت سے فرمایا گیا کہ جو جھگڑالو ہو اُسے سمجھانا آسان ہے۔ آیہ کے آخر میں فرمایا گیا کتنے لوگ گزر چکے ہیں جن کا نام و نشان ہی نہیں ملتا اور ان کی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی، اکثر وہ ہلکی آواز ہے جو سمجھ میں نہ آئے جیسے مرنے والے کی زبان لڑکھڑانے کے بعد سمجھ میں نہیں آتی۔ یعنی جب حکومت و سلطنت والے لوگ پکڑے جائیں گے اور فنا کیے جائیں گے تو اس وقت ان کی آواز اور حس و حرکت بھی سنائی نہیں دے گی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله و اصحابه بعدد خلقهٖ

سورۂ طٰہٰ

یہ سورۂ شریف مکی ہے اس کے آٹھ رکوع ہیں اور ۱۳۵ آیات مبارکہ ہیں۔ سورۂ طٰہٰ کو سورۂ مریم سے مناسب یہ ہے کہ اس سورہ میں بھی انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے اس میں بھی ، اُس سورۂ کے آخر میں قرآن پاک کا ذکر ہے اور اس کے آغاز میں۔ اس سورۃ کے اترنے کا زمانہ وہ تھا جب مسلمانوں پر بے شمار مظالم ڈھائے جا رہے تھے، اس سورۂ پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بھی تفصیل سے فرمایا گیا ہے فرعون سے ٹکر لینے اور بنی اسرائیل کو آزاد کرانے کا بھی ذکر ہے، سیدنا آدم علیہ السلام کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے ، یہی سورۂ پاک ہے جس کی چند آیات کی تلاوت نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کا رخ بدل دیا تھا اور آپ دربار رسالت میں حاضر ہو کر ایمان لائے۔

ایک روز عمر فاروق غضب سے تلوار لے کر نکلے کہ حضور کو شہید کر دیں، راستہ میں نعیم بن عبداللہ ملے پوچھا کہاں؟ جواب دیا، اُسے قتل کرنے جا رہا ہوں جس نے ہمارے اندر فتنہ ڈالا ہے، بتوں کو برا کہا ہے اس نے کہا پہلے اپنی بہن کی تو خبر لو اور بہنوئی کا تو پتہ کر لو وہ مسلمان ہو چکے ہیں، آپ بہن کے گھر گئے، بہن اور بہنوئی نے کہا ہم مسلمان ہو چکے ہیں آپ نے بہن بہنوئی دونوں کو مارا، بہن سے کہا وہ صحیفہ سناؤ انہوں نے اس سورۂ کی آیات پڑھیں، دل نرم ہو گیا بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔ کتب سیرت میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا تفصیلی واقعہ لکھا ہے، مسند دارمی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسین فرشتوں کو سنائی تو فرشتوں نے کہا بڑی خوش نصیب ہے وہ امت جس پر یہ سورتیں نازل ہوں گی۔ اور مبارک ہیں وہ سینے جو ان سورتوں کو حفظ رکھیں گے اور مبارک ہیں وہ زبانیں جو ان کو پڑھیں گی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

سورۃ طٰهٰ ۲۰ مکیۃ ۴۵ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — اٰیاتہا ۱۳۵ رکوعاتہا ۸

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

طٰهٰ ۚ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰٓى ۙ﴿۲﴾
اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ۙ﴿۳﴾ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ
خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰى ؕ﴿۴﴾
اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى ﴿۵﴾ لَهٗ مَا
فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا
وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰى ﴿۶﴾ وَاِنۡ تَجۡهَرۡ بِالۡقَوۡلِ
فَاِنَّهٗ يَعۡلَمُ السِّرَّ وَاَخۡفٰى ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ﴿۸﴾

صدق اللہ العظیم

طاہا (۱) ہم نے یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں (۲) یہ صرف ان کیلئے نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں (۳) اس کو نازل کرنا اس کی طرف سے ہے جس نے زمینوں کو اور آسمانوں کو پیدا کیا (۴) جو رحمان ہے اور اپنی شان کے لائق عرش پر جلوہ گر ہے اسی کی ملکیت ہے (۵) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے اور ان کے درمیان میں ہے اور زمین کی تہہ میں ہے (۶) اگر آپ بلند آواز سے بات کریں تو بے شک وہ آہستہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے (۷) اور معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تمام اچھے نام اسی کے ہیں (۸)

تفسیر

''طٰہٰ'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طٰہٰ اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے ایک اسم ہے، یہ معنیٰ بھی لیا گیا ہے کہ طہ سے مراد طیب ہے اور ہا سے مراد طرب خوشی ہے، یہ اہل جنت کی طرف

اشارہ ہے ہا سے مراد اہل دوزخ کی ہوان ذلت۔ نقاش نے نبی کریم ﷺ سے ایک روایت بیان کی ہے حضور ﷺ نے اپنے سات اسماء گرامی کا ذکر کیا جن میں ایک نام ''طٰه '' بھی ہے، اس سورۂ مبارکہ کے اترنے کے بارہ میں کئی اقوال ملتے ہیں، حضرت ضحاک فرماتے ہیں، حضور ﷺ نے نماز میں لمبا قیام کیا تو قریش نے کہا اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو مشقت میں ڈالنے کیلئے ان پر قرآن اُتارا ہے۔ تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نہیں اُتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نماز میں تھک جاتے تو کبھی ایک پیر پر وزن ڈالتے کبھی دوسرے پیر پر تو یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی، اس میں اس طرف بھی اشارہ ملتا ہے کہ محبوب آپ نے تبلیغ کا کام کرلیا تو آپ یہ فکر نہ کریں کہ کون ایمان لایا اور کس نے دعوت قبول نہیں کی۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا یہ قرآن صرف ان کیلئے نصیحت ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، محبوب ہم نے آپ پر قرآن اس لئے اُتارا ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں کو نصیحت کریں۔ قرآن مقدس نصیحت ہے مگر واقع نصیحت وہ لوگ حاصل کرتے ہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں جیسے سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا ''ھدی للمتقین'' قرآن کریم ڈرنے والوں کیلئے ہدایت ہے، اگلی آیہ پاک میں قرآن کی عظمت کو اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے اس قرآن کا نزول اس ذات کی طرف سے ہے جس نے زمینوں اور آسمانوں کو بلند کیا جو رحمان ہے اور اپنی شان کے لائق عرش پر جلوہ گر ہے اور اُسی کیلئے جو آسمانوں اور زمینوں اور اُن کے درمیان ہے۔ اور جو کچھ زمین کی تہہ میں ہے اپنی الوہیت کی عظمت کو اس طرح فرمایا گیا کہ اگر تو بلند آواز سے بات کرتے تو وہ آہستہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کا مستحق نہیں، تمام اچھے نام اُسی کے ہیں، '' سرّ '' اور '' خفی '' کے بارہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو بات دوسرے سے پوشیدہ رکھی جائے وہ '' سرّ '' ہے اور جو دل مین چھپائی جائے وہ '' خفی '' ہے۔ اخفی کا ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ جو بات ابھی دل نیں بھی نہیں آئی کبھی آئے

گی وہ اخفی ہے۔ اللہ لا الہ الا ھو کے ارشاد گرامی میں اللہ کے واحد ہونے کا ذکر ہے، امام رازی نے فرمایا توحید کے کئی درجے ہیں زبان سے اقرار کرنا، دل میں عقیدہ رکھنا، دلائل سے عقیدہ کی تائید توحید میں اس طرح غرق ہو جائے کہ اللہ کی معرفت کے سوا کوئی دوسرا خیال ہی نہ آئے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾

صدق اللہ العظیم

(اے محبوب) کیا آپ کو موسیٰ کے قصہ کی اطلاع پہنچی (۹) جب انہوں نے آگ کو دیکھا تو اپنی بیوی سے کہا ٹھہرو بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، شائد میں اس سے آپ کے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا میں آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں (۱۰) جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں پکارا گیا اے موسیٰ (۱۱) بے شک میں ہی آپ کا رب ہوں سو آپ اپنے جوتے اتار دیجئے بے شک آپ مقدس میدان طویٰ میں ہیں (۱۲) اور میں نے آپ کو اپنی رسالت کیلئے چن لیا ہے پس جو وحی کی جائے اسے غور سے سنیں (۱۳) بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں تو آپ میری عبادت کیجئے اور میری یاد کیلئے نماز قائم کیجئے (۱۴)

تفسیر

حضورﷺ کے لمبے قیام کرنے پر کفار کا طنز، اعتراض ہو کہ قرآن آپ پر مشقت کلئے نازل ہوا ہے، یہ بے ہودہ اعتراض حضورﷺ پر شاق گزرا، اب آپ کو تسلی، حوصلہ و اطمینان کیلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے فتنوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، ''ھل اتک'' کا یہ معنی بھی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی خبر آپ کو پہنچ چکی ہے اس پر متنبہ کیا جا رہا ہے یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے یہ خبر آپ کو ملی ہی نہیں تھی۔ وہب بن منبہ یمان بیان کرتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کی مدت پوری کرلی اور آپ نے اپنی بیٹی حضرت صفورا کا نکاح موسیٰ علیہ السلام کو کردیا تو مدین سے روانہ ہوئے آپ کے ساتھ اہلیہ ہیں اور عصا ہے جو شعیب علیہ السلام سے ملا تھا، سرد موسم تھا جس رات اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا تھا انہوں نے ایک جگہ آگ دیکھی اور اہلیہ سے فرمایا میں نے آگ کو دیکھا ہے شائد تمہارے پاس کوئی انگارہ لاؤں یا آگ سے راستہ کی کوئی نشانی پاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے چلے، آگ کے قریب پہنچ گئے آپ نے دیکھا آگ ایک سرسبز درخت کی شاخوں سے بھڑک رہی تھی آپ نے سوچا یہ ایسی آگ ہے جس سے انگارہ حاصل نہیں کیا جاسکتا، وہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو ندا دی گئی اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں، جوتے اُتار دو، آپ مقدس مقام طویٰ پر ہیں، (ارض سِتیا میں طور کے قریب ایک وادی کا نام طویٰ ہے، اس وادی سے کفار کو نکال کر یہاں مومنوں کو آباد کر دیا گیا تھا جوہری نے کہا یہ وادی شام میں ہے۔)

جب یہ ندا درخت سے سنی تو آپ نے فوراً جواب دیا لبیک کلام سننے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام رب ذوالجلال کے سوا کسی اور کا نہیں ہوسکتا آپ نے یہ کلام اپنے اوپر نیچے دائیں بائیں ہ طرف سے سنا آپ کو وہاں جوتے اتارنے کا حکم ہوا کہ یہ مقام طویٰ مقدس مقام ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ کا جوتا گدے کی کھال تھا اور یہ مقام مقدس مقام تھا تو جوتا اتارنے کا حکم دیا گیا یہ

مراد بھی لی گئی ہے آپ کے پیروں کو مقدس مقام کی برکت حاصل ہو، یہ معنیٰ بھی لیا گیا ہے مقام طویٰ کی عظمت ظاہر ہو جیسے ہم جوتے اتار کر مساجد میں جاتے ہیں ایسا کرنے سے مساجد کی عظمت واضح ہوتی ہے، اس جگہ پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کیلئے نور کا فرش بچھا دیا تھا اور نور کے فرش کو جوتوں سے روندنا نہیں چاہئے، بارگاہ قدس سے حکم ہوا میں نے تجھے رسالت کیلئے چن لیا ہے جو وحی کی جائے اُسے غور سے سنئے، میں ہی رب ہوں میرے بغیر کوئی معبود نہیں میں ہی مستحق عبادت ہوں۔

وصلّى الله تعالىٰ علىٰ حبيبه سيّدنا محمد وعلىٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿۲۰﴾

بے شک قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا صلہ دیا جائے پس آپ کو قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ دے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو اور وہ اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہو ورنہ آپ ہلاک ہو جائیں گے اور اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے موسیٰ نے کہا یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور میں اس سے اپنی بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کئی فائدے ہیں فرمایا اے موسیٰ اسے ڈال دو، موسیٰ نے اُسے ڈال دیا تو اچانک وہ دوڑتا ہوا سانپ تھا

صدق الله العظيم

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کو حکم تھا کہ وہ وحی الٰہی کو غور سے سنیں اُنہیں رسالت کیلئے منتخب کر لیا ہے، فرمایا میرے بغیر عبادت کا کوئی مستحق نہیں میری عبادت کیجئے۔ عبادت کے ذکر کے بعد اس آیہ کریمہ میں عبادت کی خاص قسم نماز کا ذکر فرمایا گیا کہ نماز تمام عبادات سے افضل عبادت ہے اور فرامایا میری یاد کیلئے نماز قائم کیجئے، مخلصین کی نماز ایسی ہے کہ وہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کی رضا کیلئے متمنی رہتے ہیں اسی پر توکل کرتے ہیں گویا حکم دیا جارہا ہے میری یاد کیلئے اور میری رضا کیلئے نماز پڑھیں، ''لذکری'' کا ایک معنیٰ تو یہ ہے کہ تم مجھے یاد کرنے کیلئے نماز پڑھو اور دوسرا معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ تم اس لئے نماز پڑھو کہ میں تمہارا ذکر کروں کہ جب بندہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ اس سے بہتر مجلس میں اس بندے کا ذکر کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا جو شخص نماز پڑھنا بھول گیا یا نماز کے وقت سویا رہا تو اس کا کفارہ یہ ہے جب نماز یاد آجائے تو پڑھ لے کہ اللہ فرماتا ہے ''اقم الصلوٰۃ لذکری'' میری یاد کیلئے نماز قائم کیجئے، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ نماز کی روح ذکر اللہ ہے اور نماز اول سے آخر تک ذکر ہی ذکر ہے زبان سے بھی دل سے بھی اور دوسرے اعضاء سے بھی اس لئے نماز میں ذکر اللہ سے غفلت نہیں ہونی چاہئے۔

نماز کے حکم کے بعد قیامت کا ذکر فرمایا گیا کہ قیامت آنے والی ہے جس کو میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا صلہ دیا جائے، موت کو بھی مخفی رکھا ہے کہ اللہ نے توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اگر بندوں کو اپنی موت کے وقت کی خبر ہوتی تو ساری زندگی برائیاں کرتے رہتے، موت سے چند دن، منٹ پہلے توبہ کرلے تو اللہ توبہ قبول کرلیتا ہے اس طرح سزا پانے سے بچ جاتے۔

اس کے بعد فرمایا گیا کہ ہر شخص کو اس کی سعی کا صلہ دیا جائے گا معلوم ہوا قیامت کا واقع ہونے سے جزا و سزا کا نظام وابستہ ہے، قیامت کے ذکر کے بعد فرمایا گیا تجھے قیامت کے ماننے سے کوئی ایسا شخص نہ روکے جو اس پر ایمان نہ رکھتا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہو ورنہ آپ ہلاک ہوجائیں گے۔ یہ خطاب

موسیٰ علیہ السلام کو ہے کہ آیات میں موسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر ہے، موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے عصا کا ذکر کر کے عرض کی اس عصاء میں میرے لئے فائدے ہیں، ٹیک لگاتا ہوں، بکریوں کیلئے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی کافی فوائد ہیں تو بارگاہ قدس سے اس عصاء کے مزید فوائد بتائے گئے کہ یہ عصا اژدھا بھی بن جاتا ہے، اسے ڈال دو آپ نے جب اس کو ڈالا تو اچانک دوڑتا سانپ تھا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾

صدق اللہ العظیم

فرمایا اس کو پکڑ لو اور ڈرو مت ہم ابھی اسے پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے (۲۱) اور اپنا ہاتھ بغل میں ملا لیں تو وہ بغیر کسی عیب کے چمکتا ہوا نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے (۲۲) تا کہ ہم آپ کو بعض بڑی نشانیاں دکھائیں (۲۳)

(۲۴)

تفسیر

جونہی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ عصا سانپ بن گیا ہے تو بتقضائے بشری خوف طاری ہوا اور بتقضائے بشری طاری ہونے والے امور مثلاً بھوک، پیاس کا لگنا، خوف دہشت طاری ہونا، بخار تکلیف کا ہونا، زخم ہونا، خون بہنا وغیرہ ایسے عوارض مقام نبوت کے منافی نہیں جونہی آپ پر یہ خوف سا طاری ہوا تو فرمایا گیا اسے پکڑ لیں ہم بہت جلدی اسے پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے۔ عصا کا سانپ بن جانا اور آپ کا ڈرنا یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ جادوگر نہیں، کہ جادوگر اپنے جادو سے ڈرا نہیں کرتا جیسے فرعونی

جادوگروں نے جادو کیا اور ڈرے نہیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سانپ سے نہیں ڈرے بلکہ اللہ کے قہر وغضب سے خائف ہوئے کہ سانپ اللہ کے قہر وغضب کا مظہر ہے۔ عصا کے سانپ بن جانے کے معجزہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو دوسرے معجزہ کی عطا کا ذکر ہے کہ کلیم اپنے ہاتھ کو بغل میں دبائیں اور پھر نکالیں تو وہ سفید چمکتا ہوا نکلے گا یہ دو معجزے عطائے یہ یدِ بیضاء ہے جب آپ نے بغل میں دبایا اور اور پھر نکالا تو وہ بجلی کی طرح چمکتا یا آفتاب کی طرح روشن تھا اور جب آپ دوبارہ بغل میں لے جائے تو حسب معمول رنگ گندم گون ہو جاتا اس کے بعد فرمایا گیا ان دونشانیوں کو لے کر جاؤ تا کہ ہم تمہیں اپنی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

امام رازی فرماتے ہیں ان دونوں معجزوں میں عصا کا سانپ بن جانا بڑا معجزہ ہے کہ ید بیضاء میں تو صرف رنگ کا بدلنا اس کا چمکنا ہے مگر عصا کے سانپ بننے میں رنگ کا تغیر بھی ہے جسم کا بڑا ہونا بھی ہے، حیات بھی ہے چلنا اور دوڑنا بھی ہے، اشیاء کو نگلنا بھی ہے پھر حسب معمول عصا بن جانا۔ یہ معجزہ ان ساری صورتوں کے باعث بڑا معجزہ ہے، ب حکم ہوا کہ فرعون کے پاس جایئے وہ بڑا سرکش ہو گیا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام آئے تو سبھی انسانوں کی طرف ہیں مگر فرعون کا ذکر خاص کر کے کہا گیا کہ وہ تکبر اور سرکشی میں سب سے بڑھ گیا تھا اس نے رب ہونے کا دعویٰ کر رکھا تھا اور پانی سب لوگ اس کی پیروی کرتے تھے اس لئے اس کا ذکر کرنا زیادہ لائق تھا۔ وہب ابن منبہ کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا جاؤ فرعون سرکش ہو گیا ہے میری نعمتوں کو بھول گیا ہے، دولت نے اسے مغرور کر دیا اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا ہے مجھے میرے جلال کی قسم اگر مجھے اپنے عہد کا پاس نہ ہوتا تو اسے فوراً عذاب میں جکڑ لیتا، جاؤ اسے میرا پیغام پہنچاؤ، یرے عذاب سے ڈراؤ میری عبادت کی دعوت دو۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي
أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن لِّسَانِي ﴿٢٧﴾
يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ
أَهْلِي ﴿٢٩﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾
وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾
وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾

صدق الله العظيم

سیدنا موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے میرے رب میرے لئے میرا سینہ کھول دے (۲۵) اور میرے لئے میرا کام آسان کردے (۲۶) اور میر زبان کی گرہ کھول دے (۲۷) کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں (۲۸) اور میرے خاندان سے میرا وزیر مقرر فرما (۲۹) ہارون کو جو میرا بھائی ہے (۳۰) اور میری کمر کو اس کے ذریعہ مضبوط کردے (۳۱) اور میرے اس کام میں شریک کر (۳۲) تاکہ ہم دونوں کثرت سے تیری پاکی بیان کریں (۳۳) اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کریں (۳۴) بے شک تو ہمارے ظاہر و باطن کو خوب دیکھنے والا ہے (۳۵)

تفسیر

جب بارگاہ قدس سے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاں جا کر تبلیغ کا حکم ملا تو بارگاہ قدس سے یہ چند سوالات کئے، سینہ کا کھولنا، کام کا آسان کرنا، زبان سے گرہ کھولنا، اپنے خاندان سے بھائی ہارون کا وزیر بنانا، یہ سوالات کئے کیوں تاکہ تسبیح اور ذکر زیادہ کرسکیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت کا سبب یہ بنا تھا آپ نے بچپن میں فرعون کی داڑھی کے بال کھینچے تو فرعون نے کہا یہ میرا دشمن ہے قتل کردیا جائے بیوی آسیہ نے کہا بچہ ہے اسے سمجھ نہیں تجربہ کرلیا جائے ایک تھال میں یاقوت رکھ دیا گیا دوسرے میں آگ کا انگارا، موسیٰ علیہ السلام نے آگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور منہ میں رکھ لیا اس سے زبان میں لکنت آگئی، اس لکنت

کے کھولنے میں یہ حکمت تھی اگر موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سامنے رک رک کر بات کرتے تو اس پر اچھا اثر نہ ہوتا، اُلٹا مذاق کرتا موسیٰ علیہ السلام نے اپنے وزیر کیلئے اپنے بھائی ہارون کا مطالبہ کیا ایک تو یہ کہ تبلیغ کے اس عظیم مقصد میں اپنے بھائی کو شریک کریں کہ دونوں بھائی آپس میں بہت قریب تھے، محبت تھی دوسری بات یہ تھی ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت زیادہ فصیح زبان کے مالک تھے اس عنوان کو قرآن مقدس نے بھی بیان فرمایا'' **اخی ھارون ھو افصح منی لسانا** '' میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح زبان والا ہے۔

آیہ مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے ہارون علیہ السلام کی نبوت موسیٰ علیہ اللسام کی دعا سے ہے موسیٰ علیہ السلام کا رب ذوالجلال سے دعا کرنا بتاتا ہے نبوت کا مقام کتنا بڑا اونچا مقام ہے، مگر نبی بارگاہ قدس میں عجز وانکساری سے ہی حاضری دیتا ہے، اور اپنے رب کا محتاج ہے اور اللہ اپنے نبی کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کو قبولیت سے نوازا گیا ہے، ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے تین، چار سال بڑے تھے اور تین سال پہلے ہی وفات پا گئے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے وقت ہارون علیہ السلام مصر میں تھے آپ کو بذریعہ فرشتہ مصر میں ہی اطلاع مل گئی جب موسیٰ علیہ السلام مصر میں فرعون کی تبلیغ کیلئے روانہ ہوئے تو ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ مصر کے باہر موسیٰ کا استقبال کریں اور ایسا ہی ہوا۔ (قرطبی)

دعا کے اختتام پر عرض کی گئی، یا اللہ تو خوب جانتا ہے میری یہ دعائیں نبوت کے کام کو اچھی طرح نبھانے اور پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے ہیں تو ہمارے معاملات کو اچھی طرح دیکھنے والا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾
وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰىٓ ﴿٣٧﴾
اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰىٓ ﴿٣٨﴾ اَنِ
اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى
الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ
عَدُوٌّ لِّىْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ
مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ ﴿٣٩﴾

صدق اللہ العظیم

اے موسیٰ! آپ کی درخواست قبول کر لی گئی (۳۶) اور ہم نے تجھ پر ایک بار پہلے بھی احسان فرمایا تھا (۳۷) جب ہم نے آپ کی ماں کی طرف وہ وحی کی جو آپ کی طرف کی جا رہی ہے (۳۸) کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو پھر دریا کو حکم دیا کہ وہ اس کو کنارے پر لے آئے اس کو میرا دشمن اور اس کا دشمن لے لے گا اور میں نے آپ کے اوپر اپنی طرف سے محبت ڈال دی تا کہ میری نظر کے سامنے آپ کی پرورش کی جائے (۳۹)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ ہم نے تیری درخواست قبول کر لی ہے میں پہلے بھی تم پر احسان کر چکا ہوں، اب کیوں نہیں کروں گا میں نے اپنی قدرت کاملہ سے پہلے بھی تمہاری پرورش کا کیسا حسین نظام بنایا، اب دعا کیوں قبول نہ کروں گا جب ہم تجھے بہت بلند مقام پر پہنچا چکے ہیں تو اب تمہاری التجاؤں کو مسترد کیوں کریں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر احسانات کا ذکر فرماتے پہلے احسان کا ذکر اس طرح فرمایا گیا ہم نے تیری شان پر وہ وحی کی تھی جو تجھ پر کی جا رہی ہے، کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریا کی لہروں کے سپرد کر دو پھر دریا کو حکم دیا کہ اس کو کنارے پر لے آئے یہاں پر وحی سے مراد انبیاء علیہم السلام والی وحی نہیں بلکہ اس سے مراد الہام ہے۔ ''ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ تدبیر ڈالی کہ اسے صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو، اس پر وہ آمادہ ہوگئیں ورنہ معصوم بچے کو کوئی ماں ایسا نہیں کر سکتی''۔

جہاں بھی غیر نبی کی طرف وحی کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں پر معنیٰ الہام کا ہوگا اس جگہ وحی کا معنی ایک

اور بھی کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خواب آئی تھی کہ انہوں نے موسیٰ کو تابوت میں رکھا اور اسے دریا میں ڈال دیا اُسطرف اشارہ ہے ایک اور احسان کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ دریا نے صندوق کو کنارے پر لا پھینکا، فرعون کی بیوی آسیہ نے اس صندوق کو اُٹھوالیا، وہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑی تھی، فرعون نے دیکھا تو اس بچے کو اپنے ہاں پرورش کا فیصلہ کرلیا۔

یہ بھی موسیٰ علیہ السلام پر ایک کرم تھا مزید کرم کا ذکر اس طرح ہے کہ ہم نے آپ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی جو بھی موسیٰ علیہ السلام کے حسین چہرے کو دیکھتا محبت کرتا تھا۔ مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کلیم علیہ السلام کے تعین کا مبدا محبت تھی اور حضور کا مبدا محبوبیت تھی۔ پھر مزید کرم فرمایا گیا کہ میری نظروں میں تیری پرورش کی جائے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) میں تیری حفاظت کرتا رہوں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

إِذْ تَمْشِيٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُۥ ۖ فَرَجَعْنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَىْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَٰكَ مِنَ ٱلْغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِىٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٠﴾ وَٱصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِى ﴿٤١﴾

جب آپ کی بہن جا رہی تھی وہ (آل فرعون سے) کہہ رہی تھی کیا میں تمہاری اس کی طرف راہنمائی نہ کروں جو اس بچہ کی پرورش کرے پھر ہم نے آپ کو آپ کی ماں کی طرف لوٹا دیا تا کہ انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کریں اور آپ نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے آپ کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے آپ کی کئی طرح آزمائش کی، آپ سال اہل مدین میں رہے پھر اے موسیٰ آپ اللہ کے مقرر کردہ وقت پر آگئے (۴۰) اور میں نے آپ کو خاص اپنے لئے چن لیا (۴۱)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام کی تربیت کیلئے دودھ پلانے والیوں کو طلب کیا گیا کئی خواتین آئیں، دودھ پلانے کی کوشش کی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا، آپ کی بہن اس منظر کو دیکھ رہی تھی فرعون سے کہا میں آپ کو ایک عورت کی راہنمائی نہ کروں جو اس کو دودھ پلائے لوگوں نے پوچھا وہ خاتون کون ہے؟ بہن نے بتایا میری ماں ہے چنانچہ جب آپ کی والدہ آئیں اور دودھ پلایا تو موسیٰ علیہ السلام نے بڑے پیار سے پیا، اس انعام کا ذکر فرمایا جارہا ہے کہ تیری ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

ایک اور احسان کا ذکر اس طرح فرمایا کہ موسیٰ تو نے ایک شخص قتل کردیا تھا تو ہم تجھے اس غم سے نجات دی، یہ واقعہ اس طرح پیش آیا، آپ جوانی کو پہنچے تو دو آدمیوں کو جھگڑتے دیکھا ایک اسرائیلی تھا، دوسرا فرعونی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی، موسیٰ علیہ السلام نے جلال میں آکر فرعونی کو تھپڑ مارا جس سے وہ مرگیا، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے رب سے معافی مانگی، اے اللہ! میں نے زیادتی کی ہے مجھے معاف کردے تو اللہ نے معاف کردیا اور وہ غفور ہے، رحیم ہے موسیٰ علیہ السلام نیعرض کی یا اللہ! میں اب ہر گز کسی مجرم کا مددگار نہیں بنوں گا، انتظار میں وقت گزر گیا کہ اب کیا ہوگا اچانک وہی شخص جس کی مدد کی تھی آج پھر مدد کیلئے پکار رہا تھا اپ نے فرمایا تو یقیناً غلطی پر ہے۔ اسرائیلی نے غلط سمجھا کہ موسیٰ مجھے بھی کل والے کی طرح قتل کرنا چاہتے ہیں، اور یہ بھاگ کر فرعون کے دربار گیا کہ موسیٰ نے ایک فرعونی کو قتل کردیا ہے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کیلئے کارکن بھیج دیئے ادھر موسیٰ علیہ السلام کے ایک حمایتی نے بتایا آپ کو گرفتار کیا جارہا ہے تو موسیٰ علیہ السلام بھاگ کر مدین چلے گئے اور حضرت شعیب کے پاس ایک عرصہ گزارا۔

موسیٰ علیہ السلام کو کئی آزمائشوں سے گزرنا پڑا، مدین کا قیام وہاں پر شعیب علیہ السلام کی بکریوں کو چرانا بھی زبردست آزمائش تھی، مدین میں رہنے کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے روایت ہے کہ دس سال رہے ایک قول یہ ہے اٹھارہ سال رہے، موسیٰ علیہ السلام کا وقت مقررہ پر آنا بھی ایک کرم ہے۔ اس مقررہ وقت کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس وقت میں انبیاء پر وحی کی ابتداء کی جاتی ہے ان تمام احسانات سے بڑا کرم یہ کہ آپ کو منصب رسالت کیلئے چُن لیا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾

آپ اور آپ کا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جائیں اور میری یاد میں سستی نہ کریں (۴۲) آپ دونوں فرعون کے پاس جائیں اُس نے سر اٹھا رکھا ہے (۴۳) آپ دونوں اس سے نرم بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے (۴۴) ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا یا سرکشی کرے گا (۴۵) فرمایا ڈرو مت بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں (۴۶) اس کے پاس جاؤ پھر اُسے کہو ہم تیرے رب کے رسول ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور اُنہیں تنگ نہ کر بے شک ہم تیرے رب کی طرف سے تیرے پاس نشانی لے کر آئے ہیں اور اس پر سلام ہو جس نے پیروی کی (۴۷)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

سیدنا موسیٰ وہارون علیہما السلام دونوں کوفرعون کے پاس جانے کا حکم دیا جارہا ہےاورایک خاص حکم دیا کہ میری یاد میں سستی نہ کرنا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ تبلیغ میں سستی نہ کرنا، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ فرعون سے واضح کہہ دینا کہ اللہ تیرے کفر سے راضی نہیں، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ فرعون کواس پر دی گئی نعمتوں کا بھی ذکر کرنا۔

آیہ مبارکہ میں موسیٰ وہارون علیہما السلام کوفرعون سے گفتگو کرنے کے بارہ میں فرمایا گیا کہ اس سے نرمی سے بات کرنا،تبلیغ کا یہ حسین انداز کہ مخالف سے نرم پہلو میں بات کی جائے ،دلائل کے ساتھ کی جائے قرآن مقدس نے اس عنوان کودوسری جگہ اس طرح فرمایا ''**وجادلهم بالتی هی احسن** ''مخالف سے اچھے انداز میں بات کرو،نرمی سے بات کرنے کا حکم اس لئے بھی وہ سکتا ہے کہ فرعون پہلے ہی متکبر ہے سرکش ہے وہ سختی کے انداز اےاورزیادہ سرکش ہوجائے گا۔موسیٰ وہارون علیہما السلام نے عرض کی یا اللہ ہمیں ڈر ہے ،فرعون ہم پرزیادتی کرے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ کوئی اُسے ہم پرزیادتی کیلئے اُبھارے جواس کا دوست ہو ہمارا دشمنی ہو وہ شیطان ہے جو اُسے برائی پرآمادہ گے۔ بارگاہ قدس سے دونوں کوفرمایا گیا ڈرو نہ، میں تمہارے ساتھ ہوں سن بھی رہا ہوں، میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے جو بات تم اس سے کروگے میں سن رہا ہوں اوراس کی حرکت کودیکھ رہا ہوں گا وہ تمہیں نقصان پہنچانے پر قادرنہیں ہوگا۔موسیٰ و ہارون علیہما السلام کوخوف کاہے کا تھا،ایک تو یہ کہ شاید ہماری بات سننے سے پہلے ہی حملہ کردے دوسرا یہ کہ ممکن ہےاورزیادہ سرکش ہوجائے آپ کی شان میں نامناسب کلمات بکنے لگے۔دونوں بھائی فرعون کے پاس آئےاورکہا ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے رسول ہیں۔ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے انہیں کسی قسم کی سزانہ دے ہم تیرے پاس دلیل لے کرآئے ہیں اور فرمایا اس پرسلام ہوجس نے ہدایت کی پیروی کی۔

وصلّی اللّٰه تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَابَ عَلَىٰ
مَن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَن رَّبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ ﴿۴۹﴾
قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ
خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُونِ
الْأُولَىٰ ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ
لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى ﴿۵۲﴾

صدق اللہ العظیم

بے شک ہماری طرف وحی کی گئی ہے کہ عذاب
اسی پر ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر دی
(۴۸) اس نے کہا پھر تم دونوں کا رب کون ہے
اے موسیٰ (۴۹) موسیٰ نے کہا ہمارا رب وہ ہے
جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص خلقت دی پھر
ہدایت دی (۵۰) فرعون نے کہا تو پہلی قوموں
کا کیا حال ہوا (۵۱) موسیٰ نے کہا اس کا علم
میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے میرا
رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے (۵۲)

تفسیر

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے فرعون کے سامنے کہا ہماری طرف وحی کی گئی ہے عذاب اسی کو ہوگا جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر دی اس سے واضح ہو رہا ہے مومن کو دائمی عذاب نہیں ہوگا، اگر ایماندار کسی وقت عمل صالح سے غافل بھی ہو گیا تو دائمی عذاب نہیں ہوگا کہ دائمی عذاب صرف اس کو ہے جس نے جھٹلایا اور پیٹھ پھیر دی جب فرعون نے یہ سوال کیا تم دونوں کا رب کون ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی اُلوہیت پر دلائل شروع کر دے اور پہلی دلیل اپنے رب کی ربوبیت پر پیش کی کہ میرا رب وہ ہے جس نے ہر شیٔ کو مخصوص ساخت عطا کی پھر ہدایت دی، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میرا رب وہ ہے، جس نے ہر چیز کو اس طرح پیدا کیا وہ اپنا مقصد حیات اچھی طرح سمجھ سکے۔ پرندوں کو پر بخشے اور اڑنے کا طریقہ سکھایا، جانوروں کو گھاس چرنے کا طریقہ سکھایا، زمین میں پیدا ہونے والے جانوروں کو مخصوص لباس بھی دیا، انسان کو شرف بخشا صورت بخشی، مناسب وموزوں فوائد حاصل کرنے کا طریقہ بتایا، اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا فرمایا

ور پھر ہر ایک کے وجود کے مناسب اس کو ہدایت فرمائی جن سے وہ اس کام میں لگ گئی، ہر شئی کو ایک شعور بخشا ہے، جس سے اس کو ہدایت کر دی ہے کہ تو اس کام کیلئے پیدا کی گئی ہے تجھے کیا کرنا ہے ساری کائنات اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔

فرعون نے پھر سوال کیا پہلی قوموں کا کیا حال ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا اس کا علم میرے رب کے پاس لوح محفوظ میں ہے اور میرا رب نہ غلطی کرتا ہے نہ بھولتا ہے، تمام معلومات کا عالم وہی ہے وہ غلطی سے پاک ہے اس کا علم دائمی ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں۔ فرعون کا یہ سوال کرنا کہ پہلی قوموں کا کیا حال ہے اور اصل اس کی ذہنی گھبراہٹ کی دلیل ہے کہ موسیٰ کہیں گے پہلی قومیں گمراہ تھیں، جہنمی ہیں تو مجھے موقع جائے گا کہ یہ تو ساری دنیا کو جہنمی کہتے ہیں اور یہ بات سن کر لوگ بدگمان ہوں گے، موسیٰ علیہ السلام نے اس کا حکیمانہ جواب دیا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے، لوح محفوظ میں لکھا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَهۡدًا
وَّسَلَکَ لَکُمۡ فِیۡهَا سُبُلًا وَّاَنۡزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً ؕ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ
نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾ کُلُوۡا وَارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی ﴿۵۴﴾
مِنۡهَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَفِیۡهَا نُعِیۡدُکُمۡ وَمِنۡهَا
نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی ﴿۵۵﴾

صدق اللّٰہ العظیم

جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کو زمین میں مختلف راستے بنائے اور آسمان سے پانی اُتارا پھر ہم نے اس سے مختلف نباتات کے جوڑے پیدا کئے (۵۳) کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ بے شک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں (۵۴) اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے دوبارہ تم کو نکالیں گے (۵۵)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے رب قدوس جل مجدہٗ کی اُلوہیت پر ایک اور دلیل فرمائی کہ میرا رب وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور تمہارے چلنے کیلئے راستے مختلف بنائے، دلیل اس طرح ہے کہ تو تو رب ہونے کا دعویٰ آج کر رہا ہے اور زمین تجھ سے پہلے بنائی گئی تو پیدا ہی نہ ہوا تھا زمین کا وجود تھا خالق تو وہ ذات ہے جس نے زمین بنائی آسمان سے پانی اُتارا، تمہارے اور جانوروں کی خوراک کا انتظام فرمایا، تمہاری بقاء کیلئے زمین و آسمان کی چیزیں پیدا کیں تمہیں تو اس کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہئے تھا، افسوس بجائے شکر بجالانے کے اس خدا کے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ کر رہے ہو۔ خالق و مالک وہی ہے جو تمہیں یہ انعامات دے رہا ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا اس مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے اور پھر اس سے دوبارہ نکالیں گے یہ ارشاد بھی اللہ کی اُلوہیت کی دلیل ہے، مٹی سے پیدا کرنے کا معنیٰ ہے کہ تمہارے باپ آدم کو مٹی سے بنایا، اگر یہ کہا جائے کہ انسانی تخلیق نطفہ سے ہے تو یہی معنیٰ ٹھیک ہے کہ نطفہ کا وجود غذا سے ہے اور غذا کا تعلق زمین سے ہے۔ علامہ قرطبی نے اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود کی ایک روایت نقل کی ہے جب رحم میں نطفہ قرار پاتا ہے تو وہ فرشتہ جو تخلیق پر مامور ہے وہ اس جگہ کی مٹی لاتا ہے جہاں اس نے دفن ہونا ہوتا ہے یہ مٹی اس نطفہ میں شامل کر دیتا ہے انسان کے مٹی سے پیدا ہونے کی سب سے بڑی دلیل آدم علیہ السلام کا مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں انسان کے تین مرحلوں سے گزرنے کا ذکر فرمایا ہے ایک مرحلہ پیدائش سے موت تک کا ہے، یہ بھی اسی دنیا میں ہے دوسرا مرحلہ موت سے قیامت تک کا ہے تیسرا مرحلہ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کا ہے ان تینوں مرحلوں کو اس آیہ پاک میں فرما دیا گیا ہے۔ علامہ القرطبی نے حضرت براء کی ایک روایت نقل کی ہے جب مومن کی روح کو فرشتے اوپر لے جاتے ہیں تو فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس

سے گزرہوتا ہے وہ فرشتے اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں، جب ساتوں آسمان پر پہنچتے ہیں تو اللہ فرماتا ہے میرے اس بندے کی کتاب کو اعلیٰ علیین میں رکھ دو اور اُسے زمین کی طرف لوٹا دو کہ میں نے انہیں اس سے پیدا کیا ہے، اور اسی میں لوٹاؤں گا اور وہیں سے دوبارہ نکالوں گا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿۵۹﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور ہم نے فرعون کو اپنی ساری نشانیاں دکھلا دیں پھر بھی اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا (۵۶) موسیٰ نے کہا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ اپنے جادو کی طاقت سے ہمیں اپنے ملک سے نکال دو (۵۷) سو ہم بھی تیرے مقابلہ میں ایسا ہی جادو لائیں گے آپ ہمارے اور اپنے درمیان مقابلہ کا دن مقرر کرو، نہ ہم اس سے پھریں اور نہ ہی تم پھر وجمع ہونے کی جگہ ہموار ہو اور کھلی ہو (۵۸) آپ نے فرمایا (تمہارا چیلنج منظور ہے) جشن کا دن تمہارے لئے مقرر کرتا ہوں اور چاشت کے وقت سب لوگ جمع ہو جائیں (۵۹)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام کے واضح دلائل سن لینے کے بعد فرعون اپنی سرکشی پر اڑا رہا اور موسیٰ علیہ السلام کے علمی عقلی دلائل کو جھٹلاتا رہا، موسیٰ علیہ السلام کے معجزات اس نے دیکھے آپ کی شان نبوت کی عظمت اس نے

دیکھی مگر حکومت کی چاشنی اور تخت نشینی نے اُسے حق کی طرف نہ آئے اور موسیٰ علیہ السلام کے دلائل کو جھٹلاتا رہا اور کہا موسیٰ تو ہمیں اپنے جادو کے بل بوتے پر ہمارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے، جادو سے مراد آپ کے عصا اور ید بیضاء کا معجزہ ہے یہ آپ فرعون کی پہلی ملاقات میں بھرے لارہا ہیں واضح کر چکے تھے فرعون کا یہ کہنا کہ تو جادو کے ذریعہ ہمیں ملک بدر کرنا چاہتا ہے یہ اس کی بدحواسی تھی۔

فرعون کا یہ ایک زبردست غلط الزام تھا کہ تو جادو کے ذریعہ ہمیں ملک بدر کرنا چاہتا ہے، اور ہماری حکومت پر قبضہ چاہتا ہے لہذا ہم بھی تمہارا مقابلہ کریں گے اور جادو کر کے دکھائیں گے کہ لوگوں کو پتہ چل جائے، اب تم اس مقابلہ کیلئے کوئی دن مقرر کرو جس کی مخالفت نہ ہم کریں گے نہ تم کرنا یہ کوئی ایسا مقام ہو جو کھلا ہوا اور ہموار ہو تو جناب موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تمہارا چیلنج منظور ہے۔ مقابلہ کا یہ دن یوم زینت ہوگا یوم زینت کے بارہ میں کئی اقوال ہیں، ایک معنیٰ یہ ہے اس سے مراد ان کی عید کا دن ہے ایک معنیٰ یہ ہے اس سے مراد عاشورہ (دس محرم) کا دن ہے ایک معنیٰ یہ ہے ان کے بازار جانے کا دن ہے، ضحیٰ سے مراد چاشت کا وقت ہے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے سپرد یہ کام کیا آپ اور کوئی ایسی جگہ تلاش کریں جو نہ دور ہو نہ چھوٹی ہو لوگ اچھی طرح دیکھ سکیں۔ موسیٰ علیہ السلا کہ یہ خداداد رعب تھا کہ فرعون انہیں کہہ رہا ہے مکان آپ طے کریں یا اس لئے موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دے رہا ہے کہ تیرے ساتھ مقابلہ کی ہمیں پرواہ نہیں، تم نہ بھاگ جانا۔ یا یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر یہ لمبا وقت دیتا ہے تو پتہ چل جائے گا یہ جادوگر ہے کہ اس کیلئے تیاری کی ضرورت ہوتی ہے اگر مد تھوڑی دیتا ہے تو معجزہ ہوگا کہ اس لئے وقت کی ضرورت نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مقابلہ کیلئے ان کی عید کا تجویز فرمایا کہ لوگوں کے بڑے اجتماع میں حق واضح ہو، چاشت کا وقت فرمایا کہ لوگ اچھی طرح ضروریات سے فارغ ہو کر میدان میں آسکیں۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿۶۰﴾
قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ
وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ فَتَنَازَعُوْٓا
اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿۶۲﴾ قَالُوْٓا
اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ
مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾

صدق اللہ العظیم

پھر فرعون واپس پلٹا اور اپنے مکر وفریب کے ہتھکنڈوں کو اکٹھا کیا اور پھر آیا (۶۰) موسیٰ (علیہ السلام) نے انہیں فرمایا اللہ پر بہتان نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں کسی عذاب کے ساتھ مٹادے گا اور جو افتراء بازی کرتا ہے ہمیشہ نامراد رہتا ہے (۶۱) پس وہ اس کام میں جھگڑنے لگے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے (۶۲) اور ایک دوسرے کو کہنے لگے یہ دو جادوگر ہیں اپنے جادو کے ذریعہ تمہیں ملک بدر کرنا چاہتے ہیں اور تمہارے طریقہ تمہاری تہذیب کو مٹا دینا چاہتے ہیں (۶۳)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام نے جب قوت خداوندی کے بل بوتے پر واضح طور پر مقابلہ کا اعلان کر دیا اور عید کا دن مقرر فرما دیا تو فرعون نے اس دن کی تیاری کیلئے پورے زور وشور سے کام شروع کر دیا اور اپنی فریب کاریوں کو اکٹھا کیا تو عین اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے پھر ایک مرتبہ انہیں اللہ کے غضب سے ڈرایا اور فرمایا اللہ پر افتراء نہ باندھو ورنہ وہ تمہیں کسی عذاب کے ذریعہ مٹا دے گا، افتریٰ یہ تھا کہ وہ خدا وحدہٗ لا شریک کے ساتھ فرعون کو شریک ٹھہرا رہے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ناصحانہ انداز سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور حق کی طرف متوجہ نہ ہوئے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس جراتمندانہ تقریر سے ان تمام جادوگروں میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا کہ یہ کلمات کسی جادوگر کے نہیں ہو سکے، یہ اللہ کی طرف سے معلوم ہوتے

ہیں اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ آخر کار سبھی نے اپنے جادو کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ کا فیصلہ کرلیا اور یہ کہا یہ دونوں تمہیں ملک بدر کرنا چاہتے ہیں اور تمہاری تہذیب وثقافت کا نام ونشان مٹانا چاہتے ہیں، فرعونیوں کے اختلاف ہونے سے یہ بات واضح ہوتی ہے وہ موسیٰ علیہ السلام سے ڈرتے تھے اور پریشان تھے کہ اتنے بڑے زور اور دعویٰ سے اس شخص نے عید کے دن کا انتخاب کیا ہے، فرعون نے مقابلہ کیلئے ملک سے نامور جادوگر اکٹھے کرلئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان کی تعداد ۲۶ تھی، ان جادوگروں کے بڑے جادوگر کا نام شمعون تھا۔

آیہ کریمہ میں فرمایا گیا جادوگروں نے آپس میں سرگوشیاں کیں ان کی خفیہ باتوں میں ایک یہ تھی کہ اگر موسیٰ علیہ السلام غالب آ گئے تو ہم انہیں مان لیں گے یہ بھی سرگوشی تھی اگر وہ نبی ہیں تو ہم پر چھا جائیں گے یہ بھی سرگوشی کی کہ رسیوں اور لاٹھیوں کے ساتھ کس طرح تدبیر اختیار کی جائے کہ ہمیں غلبہ بھی ہو اور لوگوں کو شعبدہ بازی کا پتہ بھی نہ چلے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہنا فرعون کو خوش کرنے کیلئے تھا لوگوں کو آپ سے متنفر کرنے کی بات بھی فرعون کی خوشی کیلئے تھی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ
اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى
اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ
اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا
تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾
قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾
وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۭ
اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۭ وَلَا يُفْلِحُ
السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾

صدق اللہ العظیم

اکٹھا کرلو اپنی حیلہ سازیوں کو پھر پرے باندھے ہوئے آؤ اور آج وہ گروہ کامیاب ہوگا جو غالب رہا (۶۴) جادوگروں نے کہا اے موسیٰ کیا پہلے آپ پھینکیں گے یا ہم ہی پہلے پھینکنے والے ہوں (۶۵) فرمایا تم ہی پہلے پھینکو پس ان کی رسیاں اور لاٹھیاں آپ کو یوں دکھائی دینے لگیں گویا جادو کے اثر سے وہ دوڑ رہی ہیں (۶۶) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل میں کچھ خوف سا محسوس کیا (۶۷) ہم نے کہا اے کلیم آپ ڈریں مت غالب آپ ہی ہوں گے (۶۸) جو عصا آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اسے زمین پر پھینک دیں یہ ان کی کاریگری کو نگل جائے گا وہ تو صرف جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کہیں بھی کامیابی نہیں پاتا (۶۹)

تفسیر

دن، وقت، جگہ مقرر ہو جانے پر فرعونیوں نے اپنی ساری مکاریاں اکٹھی کرلیں اور صف باندھ لی اور کہا آج کامیاب وہی ہوگا جو غالب ہوگا۔ جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا پہل آپ کریں گے یا ہم کریں، ان کا یہ کہنا بتاتا ہے اُنہیں اپنی کامیابی کا یقین تھا کہ ان کا جادو کامیاب ہوگا تب ہی بے نیازی سے کہا پہل کون کرے گا یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان پر موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت طاری ہوگئی اور ادب کے پیش

نظر یہ کہا ہو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم پہلے ڈالو، تو اچانک موسیٰ علیہ السلام کو خیال ہوا ان کی رسیاں اور لاٹھیاں دوڑ رہی ہیں یہ منظر دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف پایا ہم نے کہا ڈر نہ آپ ہی غالب ہیں۔سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جو اُنہیں لاٹھیاں ڈالنے کی اجازت دی ہے یہ اس لئے نہیں کہ آپ نے جادو کرنے پر رضا ظاہر کی ہے بلکہ اس لئے کہ آپ کا معجزہ ظاہر ہو اور انہیں پتہ چل جائے کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں، نبی ہیں، موسیٰ علیہ السلام کے ڈر محسوس کرنے کا معنی یہ بھی ہے کہ آپ کو یہ ڈر ہوا کہیں لوگ جادوگروں کے اس عمل سے متاثر نہ ہو جائیں یا یہ ڈر تھا کہ لوگ یہ نہ کہہ دیں جیسے انہوں نے لاٹھیوں کو سانپ بنا دیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے عصا کو اسی طرح سانپ بنایا ہوگا یا آپ کو یہ ڈر ہوا اگر میری تائید میں وحی آنے میں تاخیر ہوگئی تو شرمندگی ہوگی ہم نے کہا آپ فکر نہ کریں آپ ہی کامیاب ہوں گے جو کچھ آپ کے دائیں ہاتھ میں اسے ڈال دیجئے وہ ان کی ساری کاریگری کو نگل جائے گا اور انہوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادو کا فریب ہے اور جادوگر جہاں بھی جائے گا کامیاب نہیں ہوگا کہ حق آخر حق ہے نبی کے مقابلہ میں جادو کیسے کامیاب ہو سکتا ہے، جناب موسیٰ علیہ السلام نے جونہی عصا ڈالا وہ جادوگروں کی تمام رسیاں لاٹھیاں نگل گیا۔

عصا کا تیزی سے دوڑنا اژدھا کی شکل اختیار کرنا ایسا حیران کن عمل تھا کہ جادوگروں نے سمجھ لیا یہ کام کسی تکنیک سے نہیں نہ ہی کسی تدبیر اور حیلہ سے ایسا ہونا ممکن ہے، جادوگروں پر اس کا جو اثر ہوا وہ اگلی آیہ پاک میں ارشاد ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله و اصحابه بعدد خلقهٖ

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ﴿٧٠﴾ قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ﴿٧١﴾

صدق اللہ العظیم

تمام جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے (۷۰) فرعون نے کہا تم میری اجازت سے پہلے ایمان لے آئے بے شک یہی وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے سو میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹوں گا اور تم کو کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لوگے ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے (۷۱)

تفسیر

جب جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ عصا کو دیکھا تو حیران رہ گئے، اور یقین کرلیا کہ یہ جادو نہیں بلکہ قدرت خداوندی کا ظہور ہے کلیم علیہ السلام کے اس عظیم معجزہ نے انہیں ایسا متوالا کر دیا کہ فرعون کے خوف وخطرہ سے بے نیاز ہر کا ہارون وادریس کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا، اور مسجد میں گر گئے اور سجدہ اس قدر لمبا کیا کہ اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک ان کو قدرت نے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ نہ کروادیا، یہ روایت روح المعانی نے عکرمہ ابن منذر سے بیان کی ہے۔

جادوگروں کے اس واضح اعلان سے فرعون شرمسار ہوا اور ربوبیت کا بھرم رکھنے کیلئے اُنہیں سزائیں سنا دیں کہ تم میری اجازات سے پہلے ایمان لائے ہو یہی تمہارا بڑا ہے اس سے تم نے جادو سیکھا ہے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر لٹکا دیا جائے گا اور تمہیں اچھی طرح پتہ چل جائے گا ہم میں سے کس کا عذاب شدید ہے، جادوگروں کو ڈانٹنا اپنی رسوائی دور کرنے کیلئے ہے، یہ کہنا میری اجازت کے بغیر ایمان

کیوں لائے، شرمندگی کو ٹالتا ہے، ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی بھی شرمندگی کاٹنے کی ایک شق ہے، سولی پر چڑھانا بھی اسی کا حصہ ہے۔ جادوگروں نے جب یہ مرحلہ دیکھا کہ ان کی ساری رسیاں، لاٹھیاں سانپ نگل گیا اور پھر عصا پکڑنے پر عصا ہی عصا ہے تو یقین کر گئے کہ یہ جادو نہیں۔

جب انہوں نے لاٹھیوں کو گرایا تھا اس وقت کافر تھے جب انہوں نے اپنے کو اللہ کے حضور سجدہ میں گرایا تو مسلمان تھے، تمام جادوگروں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ علیہ السلام کے رب پر ایمان لائے، چونکہ ان کے معجزات دیکھ کر ایمان لائے تھے اس لئے دونوں نبیوں کا ذکر کیا اگر یہ کہتے کہ ہم رب پر ایمان لائے تو لوگوں کو دھوکا لگ سکتا تھا کہ جادوگر فرعون پر ایمان لائے چونکہ وہ بھی رب کہلاتا تھا۔ ہارون و موسیٰ علیہما السلام کے ذکر کرنے سے یہ غلط فہمی ختم ہوگئی فرعون کی ساری دھمکیاں ہاتھ پاؤں کاٹنے کا ڈراوا، سولی چڑھانے کا اعلان یہ ساری باتیں جادوگروں پر اثر انداز نہ ہوئیں، فرعون نے تو یہ مقابلہ اس لئے کرایا تھا کہ پورے ملک سے آئے ہوئے لوگوں کو پتہ چل جائے کہ سوٹی کو سانپ بنانا کوئی بڑا جادو نہیں، ہمارے جادوگر بھی ایسا کام کر سکتے ہیں، رسیوں، لاٹھیوں کو جادو سے سانپ بنا سکتے ہیں، یہ عمل ہونے سے موسیٰ کی ہوا اُکھڑ جائے گی، مگر سب کچھ فرعونی نظریہ کے خلاف ہوا، فرعونی نظریہ کے خلاف تمام جادوگر سجدہ میں گر گئے انہوں نے سمجھ لیا یہ جادو نہیں بلکہ معجزہ ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۗ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۷۲ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝۷۳ صدق اللّٰہ العظیم

انہوں نے کہا ہم تجھے ہرگز ان واضح دلائل پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے سامنے آچکے ہیں اور اس ذات پر ترجیح نہیں دیں گے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کہ گزر تو صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی فیصلے کر سکتا ہے

(۷۲) بے شک ہم اپنے رب پر ایمان لا چکے ہیں تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے جادوگر نے اس گناہ کو بھی معاف کر دے جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا اور اللہ بہت بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے (۷۳)

تفسیر

فرعون کی سخت گرفت اور دھمکی نے بھی ان پر کسی قسم کا اثر نہ کیا اور ان کے پائے استقامت میں کسی قسم کی لغزش نہ آئی اور پورے حوصلہ وہمت سے جواب دیتے ہیں، ہم واضح روشن دلائل دیکھ کر حق سے دور کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو تیری مرضی ہے کر لے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم واضح دلائل اور ہمیں پیدا کرنے والی ذات والا صفات کے مقابلہ میں تیری باتوں کو ترجیح دیں، تو تو صرف اس دنیا کی زندگی میں ہی فیصلے کر سکتا ہے جیسے ہماری لاٹھیاں برباد ہوگئیں ایسے ہی یہ ساری دنیا بھی برباد ہو جائے گی۔ جادوگروں نے کہا ہم اپنے رب پر ایمان لے آئے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور وہ گناہ جو تو نے ہمیں جادو کرنے پر مجبور کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں فرعون لوگوں کو جادو کرنے پر مجبور کرتا تھا اس لئے جادوگروں نے کہہ دیا تو مجبور کرتا ہے، فرعون اپنی رعایا کو بلاتا اور مجبور کرتا کہ اپنی اولاد کو جادو سکھاؤ، اس کے دل میں موسیٰ علیہ السلام کا خوف بیٹھ چکا تھا۔ جادوگر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ سے ڈرے مگر فرعون نے زبردستی مقابلہ پر تیار کیا۔ جب جادوگروں کے سجدہ میں گرنے کی خبر مشہور ہوئی تو فرعون کی بیوی نے لوگوں سے پوچھا غالب کون رہا؟ لوگوں نے بتایا موسیٰ وہارون (علیہما السلام) کامیاب رہے۔ پھر اس نے بھی اعلان کر دیا کہ میں موسیٰ وہارون (علیہما السلام) کے رب پر ایمان لاتی ہوں، فرعون کو اس کے ایمان

لانے کی خبر ملی تو ایک شخص سے کہا جاؤ اس پر بھاری پتھر گراؤ، جب لوگ گئے تو فرعون کی بیوی نے آسمان کو دیکھا تو اُسے جنت میں اپنا مکان نظر آیا وہ ایمان پر قائم رہی اور اسی حال میں اس کی روح قبض کر لی گئی، جب وہ چٹان اس پر گرائی گی تو اس کے جسم میں روح نہیں تھی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ وَمَن يَأْتِهِ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَىٰ ﴿٧٥﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ ﴿٧٦﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور بے شک جو اپنے رب کے پاس مجرم کرتا ہوا آئے گا تو یقیناً اس کیلئے جہنم ہے وہ نہ مرے گا نہ جئے گا (۷۴) اور جو اس کے پاس ایمان کے ساتھ حاضر ہوگا اور اس کے اعمال اچھے ہوئے تو انہیں لوگوں کیلئے بلند درجات ہیں (۷۵) دائمی جنتیں جن کے نیچے سے دریا جاری ہیں وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی ان لوگوں کی جزا ہے جو گناہوں سے پاک رہتے ہیں (۷۶)

تفسیر

وہ جادوگر جو ایمان لے آئے تھے انہوں نے فرعون اور اس کے حواریوں کو نصیحت کی کہ مجرموں وک سزا ہوگی اور نیک کام کرنے والوں کیلئے جنت کے باغات ہوں گے، نہریں جاری ہوں گی وہ وہاں پر ہمیشہ رہیں گے، جادوگروں پر اللہ کا یہ کرم ہوا کہ حق ماننے کے ساتھ ہی حق گوئی میں مصروف ہوگئے اور دین کا فریضہ تبلیغ ادا کرنا شروع کر دیا، فرعون کو آگاہ کیا برے کاموں سے بچو، برائی کرنے والوں کیلئے جہنم کی سزا ہے اچھا کرنے والوں کیلئے جنت کے انعامات ہیں اور یہ نیک لوگوں کی جزا ہے۔

جادوگروں کی زندگی میں یہ ایک عظیم انقلاب پیدا ہو گیا کہ انہوں نے قبول اسلام کے بعد خاص اسلامی عقائد اور عالم آخرت سے وابستہ گفتگو شروع کر دی ابھی تک انہیں عقائد پر کوئی درس دیا بھی نہیں گیا مگر تبلیغ میں بہت اچھا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ سب کچھ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی برکت کا نتیجہ ہے کہ ان پر تمام حقائق کھول دیئے گئے، جس بناء پر نہ انہیں اپنی جان کی پرواہ رہی نہ کسی سزا کا ڈر رہا گویا ایمان کے ساتھ ساتھ انہیں، ولایت کا درجہ بھی مل گیا جو عمر بھر کے مجاہدوں سے ملنا بھی مشکل ہے، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قدرت کا یہ کرشمہ دیکھو یہ لوگ شروع دن میں کفار جادوگر تھے اور آخر دن میں اولیاء اللہ اور شہداء۔ (ابن کثیر)

اس عنوان سے کس قدر بات واضح ہو رہی ہے کہ قبول حق اللہ کی بڑی نعمت ہے جس سے سینہ کھل جاتا ہے اور زبان پر حکمت و دانائی کے کلمات آ جاتے ہیں۔

؎ عشق کی اک جست نے طے کر دیئے قصے تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

موسیٰ اور جادوگروں کے مقابلہ کا ذکر کیا ہے مگر وہ حقائق جو قرآن مقدس کے انداز سے کھلتے ہیں وہ کہیں دستیاب نہیں، غور سے مطالعہ کرنے والے کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور پتہ چل جاتا ہے کہ قرآن و بائیبل کے انداز میں کس قدر واضح فرق ہے اور حق وصداقت کے بے بہا موتی کہاں سے دستیاب ہیں، بائبل کی تحریف نے اُسے قرآن مقدس سے بہت دور کر دیا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ
بِعِبَادِىْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِى الْبَحْرِ
يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾
فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ
مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ
فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِىْٓ
اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ
وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ
وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی کی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے چلیں (مصر سے) عصا کی ضرب سے ان کیلئے سمندر میں خشک راستہ بنا لیجئے (۷۷) آپ کو پیچھے سے پکڑے جانے کا ڈر ہوگا نہ اندیشہ، پس فرعون نے اپنے لشکر کے ساتھ اُن کا تعاقب کیا پس ان پر سمندر کی لہریں چھا گئیں جیسا کہ چھا گئیں (۷۸) اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کر دیا اور سیدھی راہ نہ دکھائی (۷۹) اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے بچا لیا اور ہم نے تم سے کوہِ طور کی دائیں جانب کا وعدہ کیا اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اُتارا (۸۰)

تفسیر

حق وباطل کے اس معرکہ نے فرعون اور آل فرعون کو رُسوا کیا اور کمر توڑ دی۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس شاندار کامیابی کے بعد بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں جمع ہو گئے، موسیٰ علیہ السلام کو یہاں سے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا جاتا ہے، چونکہ فرعون کے تعاقب کرنے اور آگے دریا کے حائل ہونے کا خطرہ تھا اس لئے ان دونوں خطرات سے موسیٰ علیہ السلام کو مطمئن کر دیا گیا کہ دریا پر اپنی لاٹھی ماریں گے تو خشک راستے نکل آئیں گے اور پیچھے سے فرعون کا خطرہ نہ رہے گا۔ موسیٰ علیہ السلام رات کے پہلے حصہ میں قوم کو لے کر دوبارہ قلزم کی طرف نکلے، بنی اسرائیل نے شہر میں یہ بات مشہور کر دی ہم عید منانے جا رہے

ہیں اس بہانے فرعونیوں سے کچھ زیور بھی مانگ لئے کہ واپس کردیں گے، بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تین ہزار کے لگ بھگ تھی، بنی اسرائیل نے دریائے قلزم کو دیکھا تو گبھرا گئے اور کہا ہم پکڑے گے موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی پریشان نہ ہوں میرا رب میرے ساتھ ہے، آپ نے بحکم ربانی دریا پر لاٹھی ماری تو دریا میں راستے بن گئے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے جو اُن راستوں سے گزر گئے فرعون نے یہ منظر دیکھا تو کہا یہ سب کچھ میری ہیبت سے ہوا ہے یہ کہہ کر اپنا گھوڑا دریا کے اس راستہ میں ڈالا اور س لشکر کو پیچھے آنے کا حکم دے دیا۔ جب فرعون اور اس کا سارا لشکر دریا کے اندر آ گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دریا کی روانی کا حکم ہو گیا اسی صورت حال کو قرآن مقدس نے اس طرح بیان کیا ”فغشیھم من الیم“ بنی اسرائیل تو دوسرے کنارے امن سے پہنچ چکے تھے اور فرعونی لشکر کا ڈوبنا دیکھ رہے تھے، بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اللہ سے دعا کریں کہ وہ فرعونیوں کو سمندر سے نکال دے تا کہ ہم انہیں اچھی طرح دیکھ سکیں، آپ نے دعا کی سمندر نے انہیں ساحل پر ڈال دیا، بنی اسرائیل نے ان کے سارے ہتھیار لے لئے ہلاکت کے آخری مرحلہ میں جب فرعون نے کہا میں اس پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اس وقت فرعون کے منہ میں جبریل علیہ السلام نے کیچڑ ڈال دیا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہے گا تو خدا کو اس پر رحم آجائے گا۔

ان آیات مقدسہ میں بنی اسرائیل پر انعام کا ذکر ہے، ہجرت کا واقعہ ہے، فرعون کی تباہی کا ذکر ہے بنی اسرائیل کو انعام یاد دلا کر شکر کرنے پر توجہ دلائی جا رہی ہے۔ بنی اسرائیل پر ایک اور عظیم کرم کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ جب تم میدان تیہہ میں عرصہ دراز تک رہے تو تمہاری خوراک کا نظام من وسلویٰ سے کیا تھا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾

صدق اللہ العظیم

ان پاک چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور ان میں حد سے نہ بڑھو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوگیا وہ یقیناً تباہ ہوگیا (۸۱) اور بے شک میں اسے ضرور معاف کرنے والا ہوں جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے پھر ہدایت پر پکا ہو جاتا ہے (۸۲) اے موسیٰ! آپ نے اپنی قوم کو چھوڑ کر آنے میں کیوں جلدی کی (۸۳) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں اور اے اللہ میں نے تجھے راضی کرنے کیلئے جلدی کی ہے (۸۴)

تفسیر

ان آیات مبارکہ میں بنی اسرائیل کی نعمتیں یاد دلائی گئی ہیں، پہلی نعمت یہ تھی کہ انہیں فرعون کے ظلم وستم سے بچایا، نعمتوں کی دوسری قسم یہ تھی کہ انہیں خوشحالی سے نوازا، رزق میں وُسعت بخشی، میدان تیہہ میں من وسلویٰ نازل کیا، پاک چیزوں کے کھانے کا حکم دیا، اے بنی اسرائیل من وسلویٰ تمہیں بغیر محنت کے بغیر اجرت کے مل رہا ہے، طبعاً لذیذ ہے شرعاً حلال ہے بنانے پکانے کی مشکل سے نجات ہے۔

پاک چیزوں کے کھانے کے حکم کے ساتھ ہی فرمادیا کہ کھانے میں حد سے نہ بڑھو، پاک کھانے سے مراد حلال کھانا بھی ہے اور نفیس صاف ستھرا بھی، زیادہ کھانے سے روکنے میں حکمت واضح ہے ایسا کرنا حد سے بڑھنا ہے حد سے بڑھ کر کھائے گا تو طاقت پیدا ہوگی اور وہ طاقت گناہوں پر صرف کرے گا یہ معنیٰ بھی ہے کہ کوئی شخص

دوسرے پر زیادتی نہ کرے۔ آگے فرمایا جس پر میرا غضب نازل ہوا وہ برباد ہو گیا پھر فرمایا گیا جو توبہ کرتا ہے ایمان لاتا ہے نیک عمل کرتا ہے میں اس کو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہوں۔ قرآن مقدس کی متعدد آیات سے توبہ کرنے والوں کو معافی کا ذکر ملتا ہے، غفار کا معنیٰ جو بار بار بندہ کے گناہوں کو معاف کرے۔

حدیث شریف میں ہے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اللہ نے فرمایا میرا بندہ گناہ کرتا ہے پھر کہتا ہے اے اللہ! مجھے معاف کر دے تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اُسے یقین ہے اس کا رب ہے جو گناہوں کو بخشا ہے اور وہ گناہوں پر گرفت بھی کرتا ہے وہ پھر دوبارہ گناہ کرتا ہے، اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے گناہ کیا اور اُسے یقین ہے اس کا رب ہے جو گناہوں کو بخشا ہے اور گرفت بھی کرتا ہے، بندہ پھر گناہ کرتا ہے اور اسے یقین ہے اس کا رب ہے جو گناہوں کو بخشت اہے اور گرفت بھی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو چاہے عمل کر، میں نے تجھ کو بخش دیا ہے جس کا معنیٰ یہ ہے کہ جب تو گناہ کے بعد توبہ کرتا رہے گا میں تجھے بخشتا رہوں گا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اس کے پچھے گناہ معف کر دئے گئے۔ آئندہ اُسے گناہوں سے محفوظ کر لیا گیا۔ توبہ کرنے، ایمان لانے اور اعمال صالحہ کے بعد ہدایت پر پختگی یہ ہے کہ یہ بندہ مرتے دم تک اسلام پر قائم رہتا ہے، یہ معنیٰ بھی ہے کہ اُسے ہدایت ہو جاتی ہے یہ کام کس طرح کرنا ہے یہ معنیٰ بھی ہے کہ اُسے حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کی ہدایت ہو جاتی ہے۔

آیہ مبارکہ میں موسیٰ علیہ السلام کے جلدی جانے کا ذکر فرمایا گیا یہ ایسے ہوا جب آپ دریا سے عبور کر گئے تو ایک قوم کو دیکھا جو بت پرستی میں مبتلا تھی بنی اسرائیل نے کہا موسیٰ ہمیں بھی اس طرح کا معبود بنا دیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم جاہل ہو یہ تو برباد شدہ لوگ ہیں، موسیٰ علیہ السلام سے رب نے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا پھر دس راتوں کا اضافہ فرمایا یعنی ان چالیس دنوں میں روزے رکھیں پھر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں جلدی کی، اس جلدی کی طرف اشارہ ہے۔ یا اللہ میں نے جلدی کی کہ تو راضی ہوائے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ
بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ
مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ
قَالَ يَا قَوْمِ أَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا
حَسَنًا ۚ أَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ أَمْ
أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ
مِنْ رَبِّكُمْ فَأَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِي ﴿٨٦﴾

صدق الله العظیم

فرمایا (اللہ نے) ہم نے آپ کے بعد آپ کی قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا (۸۵) پس موسیٰ علیہ السلام غم وغصہ میں قوم کی طرف لوٹے اور فرمایا اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے اچھا وعدہ نہیں فرمایا تھا پھر کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی یا تمہارا یہ ارادہ تھا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب نازل ہو اس لئے تم نے مجھ سے کئے وعدہ کی خلاف ورزی کی (۸۶)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ذکر تھا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تو نے اپنی قوم سے آنے میں جلدی کیوں کی تو عرض کی میری قوم بھی پیچھے پہنچنا ہی چاہتی ہے میں جلدی کر کے اس لئے آگے آیا ہوں کہ تو راضی ہو جائے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو قوم بنی اسرائیل میں فتنہ پیش آنے کی خبر دی کہ قوم کو تو سامری نے گمراہ کر دیا ہے اور وہ فتنہ میں مبتلا ہو چکے ہیں، سامری کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قبطی آدمی تھا، موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا، موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا، بعض نے کہا یہ سامری بنی اسرائیل کے قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ فارسی شخص تھا، کرمان میں رہتا تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ ایسی قوم کا فرد تھا جو گائے کی پرستش کرتے تھے کسی طرح مصر پہنچ گیا اور بظاہر بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا، موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا پھر کافر ہو گیا۔

بنی اسرائیل کو فتنہ میں ڈالنے کا واقعہ اس طرح ہوا بنی اسرائیل نے جو قبطیوں سے زیورات حاصل کئے تھے کہ تمہیں واپس کر دئے جائیں گے وہ زیورات سامری کو دے دئے تھے کہ وہ خود برأت حاصل کر لیں،

سامری نے یہ زیورات ڈھال کر بچھڑا ڈھال لیا۔حضرت جبریل جس گھوڑی پر آئے سامری نے دیکھا تو گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے سے خاک اُٹھالی اور بچھے کے منہ میں ڈال دی،اس سے بولنے لگا سامری نے بنی اسرائیل سے کہا موسیٰ (علیہ السلام) بھول گئے،اصل خدا تو یہ ہے، چنانچہ بارہ ہزار افراد کے علاوہ باقی سارے چھ لاکھ اس کی پرستش میں لگ گئے۔اس فتنہ کی خبر سن کر موسیٰ علیہ السلام غصے میں آ گئے اور فرمایا اے میری قوم کیا رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا تم پر بہت مدت گزر گئی تھی یا تمہارا ارادہ تھا کہ تم پر تمہارا خدا غضب نازل کرے تم نے مجھ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی کی۔اس رنج وغصہ میں قوم کو رب قدوس کا ایک وعدہ بھی یاد دلایا جس سے وہ قوم کو لے کر طور کی جانب چلے تھے کہ یہاں پر اللہ انہیں کتاب وہدایت عطا فرمائے گا اور اس وعدہ کی کوئی اتنی لمبی مدت بھی نہیں گزری تھی کہ بھول جانے کا احتمال ہو،آپ نے قوم کو سخت انداز میں اس برائی پر تنبیہ کی کہ تم ہاتھوں سے بنائے گئے بچھڑے کو پوجنے لگ گئے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾

صدق اللّٰہ العظیم

انہوں نے کہا (افراد قوم نے) ہم نے آپ سے جان بوجھ کر آپ سے کئے ہوئے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی لیکن قوم کے زیورات کا بوجھ ہم پر لاد دیا گیا تھا تو ہم نے اس کو آگ میں ڈال دیا سو اسی طرح سامری نے ان کو آگ میں ڈالا تھا (۸۷) پس اس نے ان کیلئے بچھڑے کا مجسمہ بنایا جس کی بیل کی طرح آواز تھی تو لوگوں نے کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے موسیٰ تو بھولا رہا (۸۸) تو کیا یہ لوگ

نہیں دیکھ سکتے تھے کہ وہ ان کی کسی بات کا
جواب نہیں دے سکتا تھا اور نہ ان کے کسی نفع و
نقصان کا مالک تھا(۸۹)

تفسیر

جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے اور قوم کو گاؤ پرستی میں مبتلا دیکھا، تو ناراضگی فرمائی اور فرمایا تم نے میرے ساتھ وعدہ خلافی کی تو قوم نے کہا ہم نے گاؤ پرستی پر اقدام اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ سامری کے عمل کو دیکھ کر مجبور ہو گئے تھے ان کا یہ جواب غلط تھا سامری نے مجبور تو نہیں کیا تھا وہ خود ہی بہک گئے۔ عقل و فکر سے کام نہ لیا اور کہا قوم کے زیورات کا بوجھ ہم پر ڈال دیا گیا تھا، انسان کے گناہ بھی چونکہ قیامت کے دن اس پر بوجھ بنا کر لادے جائیں گے اس لئے گناہ کو ''وزر'' اور گناہوں کو ''اوزار'' کہا جاتا ہے۔

زینت سے مراد زیوارت ہیں جو بنی اسرائیل نے عید کا بہانہ بنا کر مستعار لئے تھے، انہیں اوزار اس لئے کہا گیا کہ مانگ کر لئے تھے انہیں واپس کرنا چاہئے تھا مگر ایسا نہ کیا اسی وجہ سے اوزار کہا گیا۔ یہ تمام زیورات قوم نے ایک گڑھے میں ڈال دئے، ہارون علیہ السلام نے انہیں یہ زیوارت گڑھے میں ڈالنے کا حکم کیوں دیا تھا جبکہ کفار کا وہ مال تو مال غنیمت تھا جس کا استعمال کرنا جائز تھا مگر اسلام سے قبل قانون یہ تھا کفار کا مال ان کے قبضہ سے نکال لینا تو جائز تھا مگر مسلمانوں کیلئے استعمال کرنا جائز نہ تھا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے پتہ چلتا ہے جب ہارون علیہ السلام کے حکم پر بنی اسرائیل نے سارے زیوارت گڑھے میں ڈال دئے اور اس میں آگ جلا دی کہ سارے زیورات پگھل کر ایک جسم ہو جائیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد معاملہ طے ہونے لگا سب لوگوں نے زیور ڈال دئے، سامری بھی مٹھی بند کئے ہوئے پہنچا کہ اس کے ہاتھ میں ابھی کوئی زیور ہے سامری نے جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے مٹی اُٹھائی اور زیورات پر ڈال دی، اس مٹی کا اثر تھا کہ ایک زندہ

بچھڑا بن کر بولنے لگا۔ یہ بھی ہے کہ اس سامری نے پگھلے زیور سے بچھڑے کی شکل بنالی تھی اور وہ بولنے لگا اس پر قوم گمراہ ہوگئی اور کہا تمہارا اور موسیٰ کا اصل خدا تو یہی ہے موسیٰ غلطی کر گئے اور کہیں اور چلے گئے۔ قوم کی حماقت پر تنبیہ کی گئی۔ اگر یہ بچھڑا خدا ہے تو تمہیں جواب کیوں نہیں دیتا، اور یہ کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔ بچھڑے کے جواب دینے کا معنیٰ یہ نہیں کہ وہ جواب دے لیتا تو معبود ہو جاتا ایسا ہرگز نہیں۔ آیہ مبارکہ کے آخر میں فرمایا گیا وہ کسی قسم کے نفع ونقصان کا مالک نہیں، یہاں پر امام فخر الدین رازی نے ایک بات لکھی، بعض یہود نے حضرت علی سے کہا تم نے اپنے نبی کو دفن کرنے سے پہلے (مسئلہ خلافت) میں اختلاف کرلیا، آپ نے فرمایا ہمیں نبی پر اختلاف نہیں تھا مسئلہ خلافت پر بات تھی تمہارے تو پاؤں ابھی سمندر کے پانی سے خشک نہیں ہوئے تھے تم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کہا ہمارے لئے بھی ایسا معبود بنادو جیسا اُن کا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور ہارون ان سے پہلے ہی یہ کہہ چکے تھے کہ اے میری قوم اس بچھڑے کی وجہ سے تم کو صرف آزمائش میں ڈالا گیا تھا اور بے شک تمہارا رب رحمان ہے سو میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو (۹۰) انہوں نے کہا موسیٰ کے واپس آنے تک ہم اسی کی عبادت پر ہی رہیں گے (۹۱) موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے ہارون جب آپ نے دیکھا تھا کہ یہ گمراہ ہوگئے ہیں (۹۲) تو آپ کو کس چیز نے روکا تھا کہ آپ نے میری پیروی

نہ کی (۹۳) کیا آپ نے میرے حکم کی نافرمانی
کی، ہارون نے کہا اے میری ماں کے بیٹے آپ
میری ڈاڑھی نہ پکڑیں اور نہ ہی میرے سر کو بے
شک مجھے ڈر تھا کہ آپ کہیں گے کہ تم نے بنی
اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرے حکم کا
انتظار نہیں کیا (۹۴)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کے خطاب کا ذکر ہے کہ جو آپ نے وعظ و نصیحت کے طور پر قوم سے فرمایا، اس تبلیغ کا ایک پہلو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا بچھڑے کی وجہ سے تمہاری آزمائش ہوئی ہے، آزمائش میں حوصلہ، ہمت کامیابی کی ضمانت ہوتی ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ تم سے غلطی ہوئی ہے ایک وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر بچھڑے کی پرستش میں لگ گئے ہو تم لوگوں نے کفر کیا، شرک میں مبتلا ہوئے مگر یہ یاد رکھو وہ رحمان ہے رحیم ہے اگر معافی مانگ لو گے تو وہ معاف فرمانے والا ہے، ان کی اصلاح کا یہ بھی انداز تھا، قوم کو اپنے قریب لانے کا ایک اور انداز بھی ہے، فرمایا میری اتباع کرو اور میرا حکم مانو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

آیہ مقدسہ کے آغاز میں انہیں گاؤ پرستی کے شک وشبہ سے نکالنے کی بات کی ہے اس گاؤ پرستی کو دھوکا کہا ہے کہ اس سے بچو، خدائے قدوس سے قریب ہونے کا ذکر فرمایا ہے، وہ رحمان ہے اس ذکر میں خدا کے رحمان و رحیم ہونے کا ذکر فرمایا کہ پہلے بھی اس نے تم پر رحم کیا، فرعون کی گرفت سے بچایا، دریا سے پار کیا اُسی خدا پر اب بھی بھروسہ کرو وہی وحدہٗ لاشریک ہے آپ کی اس محبت بھری تبلیغ کے جواب میں قوم نے کہا اے ہارون ہم موسیٰ کی واپسی تک اسی حالت میں رہیں گے، اُن کے آنے پر دیکھا جائے گا کہ موسیٰ علیہ السلام جب طورس واپس آئے تو قوم کو بچھڑے کی محبت میں وارفتہ پایا، آپ کے ساتھ ستر (۷۰) اسرائیلی

تھے۔ چونکہ آپ اپنے بھائی ہارون کے سپرد کر گئے تھے کہ قوم کی اصلاح کرتے رہیں اس لئے بھائی پر ناراض ہوئے، ڈاڑھی پکڑی سر پکڑا اور کہا ہارون! جب تم نے یہ دیکھا تھا کہ یہ لوگ بچھڑے کی پرستش کر کے حق سے بھٹک گئے ہیں تو آپ نے میری اتباع میں انہیں روکا کیوں نہ؟

ایک معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ آپ نے ان سے جنگ کیوں نہ کی؟ جب یہ کفر میں مبتلا ہو گئے تھے تو آپ ان سے الگ کیوں نہ ہو گئے؟ موسیٰ علیہ السلام کے اس انداز سے واضح ہو رہا ہے بری جگہ سے علیحدگی ہی بہتر ہے۔ قرآن مقدس نے فرمایا جب پتہ چل جائے کہ یہ ظالم ہیں تو اُن کے پاس بیٹھو بھی مت، ہارون علیہ السلام نے کہا میرے ماں جائے، میری داڑھی، میرا سر نہ پکڑیں مجھے یہ ڈر تھا کہ آپ کہیں گے تو نے بنی اسرائیل میں تفرقہ بازی کر دی ہے اور میرے حکم کا انتظار نہیں کیا۔ ہارون علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو معذرت کے طور پر کہا میں نے جتنا سمجھایا سمجھایا میری بات نہ مانی اور میرے قتل کے در پے ہو گئے ایسی صورت میں ان سے مقابلہ کرنا درست نہ تھا، میرے ساتھ صرف ۱۲/افراد تھے باقی سب مخالف ہوتے، موسیٰ علیہ السلام نے یہ عذر سنا تو ہارون علیہ السلام کو چھوڑ دیا، دونوں پیغمبروں کا اپنا اپنا مؤقف اللہ کی رضا کیلئے تھا، موسیٰ علیہ السلام کا تنبیہ فرمانا بھی رضائے الٰہی کیلئے تھا، ہارون علیہ السلام کا مصالحانہ انداز بھی خوشنودی خدا کیلئے تھا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ
بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ
قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا
وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ
فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ
تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا
لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ
ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ
لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾

صدق اللہ العظیم

موسیٰ نے کہا اے سامری تیرا معاملہ کیا ہے (۹۵) سامری نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تو میں نے اللہ کے رسول کے نقش قدم سے ایک مٹھی بھر لی پھر میں نے اس مٹھی بھر خاک کو بچھڑے کے جسم پر ڈال دیا میرے دل نے بھی بات بنائی (۹۶) یونس (علیہ السلام) نے کہا اب تو یہاں سے چلا جا اب تو زندگی بھر یہی کہے گا مجھے مت چھوڑنا اور تجھ سے سزا کا وعدہ ہے، جس سے تو ہرگز نہیں بچ سکے گا اور تو اپنے اس خودساختہ معبود کو دیکھ جس کی عبادت پر تو ڈٹا رہا ہم اس کو ضرور جلائیں گے پھر اس کی خاک کو سمندر میں پھینک دیں گے (۹۷)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام جب ہارون علیہ السلام کے مکالمہ سے فارغ ہوئے اور بنی اسرائیل کو تنبیہ نہ کرنے کے متعلق اُن کا عذر قبول کر لیا تو اب سامری کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا تیرا کیا معاملہ ہے تو نے اس بچھڑے کو معبود کیوں بنایا؟ سامری نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی میں نے رسول (جبریل) کے نقش قدم سے مٹی لی اور بچھڑے پر ڈال دی یہ بات میرے دل نے بتائی تھی، اس سامری نے جبریل علیہ السلام کو دیکھا کب تھا یا تو جس دن سمندر کو چیرا گیا تھا یا جس دن موسیٰ علیہ السلام طور پر جانے لگے تو جبریل نازل ہوئے کہ موسیٰ کو طور پر لے جائیں بہرحال یہاں رسول سے مراد جبریل امین علیہ السلام

ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا جا اب چلا جا تو ساری زندگی یہی کہتا رہے گا مجھے مت چھونا، یہ اس کی سزا کا ذکر ہے چنانچہ جب کوئی اُسے چھوتا تو یہ کہہ اُٹھتا، مجھے نہ چھوؤ،اس کے چھو لینے پر سامری کو اور اس بندے کو بخار ہو جاتا۔

یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اُسے محلّہ سے نکال دیا گیا وہ جنگل میں رہنا،لوگوں کو اس سے ملنے سے منع کر دیا تھا کہ اس سے کوئی ملتا جلتا نہیں تھا ”لا مساس“ کا معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس کو عورتوں مس سے محروم کر دیا گیا تھا اس کی نسل منقطع کر دی گئی تھی، پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کے خود ساختہ معبود بچھڑے کے متعلق فرمایا جس کی عبادت پر تو جما ہوا ہے ہم اسے جلا دیں گے اور اس کی خاک سمندر میں ڈال دیں گے۔

سامری کی سزا کا ذکر فرمایا جا رہا ہے، روح المعانی نے یہ بات بھی لکھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی خدمت کرنے کی وجہ سے کلیم علیہ السلام کو قتل کرنے سے روک دیا، بچھڑے کو جلا دینے کا ایک معنیٰ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سونے چاندی سے بنائے گئے بچھڑے کو پگھلا دیا جائے یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ اس میں حیات کے آثار پیدا ہو جانے کے بعد جلا دیا گیا ہو، سامری کا انجام یہ تھا موسیٰ علیہ السلام نے اُسے اپنے گروہ سے خارج کر دیا اور سب کو تاکید کر دی کہ اس سے ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا خرم کر دیں اور اس کے دل میں بھی لوگوں کی وحشت پیدا ہو گی تنہا جنگل میں گھومتا رہا، یہاں تک کہ مر گیا ”فکان فی البریۃ طریدا وحیدا حتی مات“ جنگل میں اکیلا گھومتا پھرتا رہا حتی کہ مر گیا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

إِنَّمَآ إِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا
هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾
كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ مَا قَدْ
سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾
مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۖ وَسَآءَ
لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَوْمَ
يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ
يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

صدق اللہ العظیم

تمہارا معبود تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے (۹۸) ہم اسی طرح آپ پر گزشتہ خبروں کا بیان کرتے ہیں، اور بے شک اپنے پاس سے آپ کو ذکر (قرآن) عطا کر چکے ہیں (۹۹) اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ یقیناً قیامت کے دن بوجھ اُٹھائے گا (۱۰۰) وہ ہمیشہ اس بوجھ میں رہے گا اور قیامت کے دن اس کیلئے وہ کیسا برا بوجھ ہوگا (۱۰۱) جس دن صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اٹھائیں گے اس دن ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی (۱۰۲)

تفسیر

موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو ملامت کرنے اور سزا دینے کے بعد رب قدوس جل مجدہٗ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا کہ تمہارا معبود حقیقی تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر لیا ہے ''کذالک نقص'' کے ارشاد میں دوسری اُمتوں کی خبریں اور ان کے حالات بیان فرمائے تاکہ حضور ﷺ کی بلندی و عظمت اور نمایاں ہو اور لوگ گزشتہ واقعات سن کر عبرت حاصل کریں۔

اس آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کو ذکر فرمایا گیا یہ لفظ مبارک قرآن مقدس کیلئے کئی اور مقامات پر بھی وارد ہے، ''انا نحن نزلنا الذکر'' قرآن مجید کو ذکر فرمانے میں یہ بتانا مقصود ہے، دین و دنیا کی تمام ضرورتوں مسائل، معاملات و راہنمائی کیلئے جس ہدایت کی ضرورت ہے قرآن مقدس میں اس کا ذکر موجود ہے، اس

ذکر میں حضور ﷺ کے علم شرف فضل کا نمایاں ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔"ذکر" فرمانے میں لوگوں کی اصلاح، بہتری اور انعامات الٰہیہ کی طرف بھی اشارہ ہے، پہلی قوموں پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا بھی ذکر ہے کہ لوگ اپنی اصلاح کر سکیں، حکم فرمایا گیا جس شخص نے اس سے منہ موڑا قیامت کے دن بہت وزنی بوجھ اٹھائے گا اور اس مصیبت میں ہمیشہ رہے گا۔

قرآن سے اعراض کی کئی صورتیں ہیں، اس کے احکام کو نظر انداز کرے، تلاوت دھیان سے نہ کرے ، قرآن پڑھنے کی فکر ہی نہ ہو، بے دلی سے پڑھے، مال و دولت کی خواہش پر پڑھے، احکام پر توجہ نہ دینا بھی اعراض کی قسم ہے، عمل کرنے میں کوتاہی بھی اعراض ہے۔

یہاں ان مجرموں کی ایک حالت کو بیان فرمایا گیا کہ جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور قیامت واقع ہوگی اور ہم مجرموں کو اس حالت میں اٹھائیں گے، ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث پاک میں ہے، اسرافیل صور منہ کو لگائے انتظار میں ہیں کہ انہیں پھونک مارنے کا حکم کب ملتا ہے، ایک اور آیہ مبارکہ میں ان کی حالت کو اس طرح بھی فرمایا گیا ہے کہ یہ مجرم اندھے گونگے بہرے اُٹھائے جائیں گے۔

آیہ کریمہ کے آخر میں صور پھونکنے کا ذکر ہے، سیدنا عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں ایک دیہاتی شخص نے حضور ﷺ سے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ فرمایا سینگ ہے جس میں پھونک مارنے سے پوری دنیا پر اثر ہوگا اور سب مردے کھڑے ہو جائیں گے۔ آیہ مبارکہ کے الفاظ 'نقص علیک' سے واضح ہو رہا ہے کہ نبی کا علم فضل و کمال سب کچھ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، اس مقام نبوت میں عمل محنت کو دخل نہیں وہ محض عطا ہی ہے، عبادت و ریاضت سے یہ مقام نہیں ملتا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾
نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ
طَرِيقَةً إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسْأَلُونَكَ
عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾
فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَا تَرَىٰ
فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ
الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ
لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

صدق اللہ العظیم

وہ آپس میں چپکے چپکے کہیں گے تم صرف دس دن ٹھہرے تھے (۱۰۳) ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہیں گے جب کہ ان کے نزدیک سب سے اچھے طریقہ والا یہ کہے گا کہ تم تو صرف ایک دن ٹھہرے تھے (۱۰۴) اور لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہئے میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا (۱۰۵) اور زمین کو کھلے ہوئے میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا (۱۰۶) آپ اُس زمین میں نہ تو کوئی کجی دیکھیں گے نہ نیچ اونچ (۱۰۷) اس دن سب لوگ پکارنے والے کے پیچھے جائیں گے اس میں کوئی کجی نہیں ہوگی اور رحمان کے خوف سے سب کی آوازیں تو معمولی آہٹ کے سوا کچھ نہ سن سکے گا (۱۰۸)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں کفار کی حالت کا ذکر تھا کہ وہ قیامت کے دن اس طرح عذاب میں ہوں گی، ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی دوسری کیفیت فرمائی جا رہی ہے کہ وہ چپکے چپکے ایک دوسرے سے کہیں گے ہم دنیا میں صرف دس دن رہے، قیامت کی ہولناکی ہیبت کے سبب انہیں اپنی لمبی زندگیاں بھول جائیں گی۔ عیش و عشرت کے سامان یاد ہی نہ ہوں گے اور کہیں گے ہم تو صرف دس دن ہی دنیا میں رہے اور پھر نکال

دئے گئے اور وہ بندہ جوان میں عقلمند ہوگا وہ کہے گا ہم تو صرف ایک دن ہی دنیا میں ٹھہرے تھے، قیامت کی ہولنا کیوں سے اُن کے ذہن پر اس طرح اثر پڑے گا کہ ان کو یاد ہی نہیں ہوگا کہ وہ کتنا ٹھہرے تھے۔

جب کوئی بندہ دُکھ میں دن گزارے تو خوشی کے لمبے دن بھی اُسے چند ہی محسوس ہوتے ہیں، یہی حالت ان کی ہوگی کہ دنیا میں گزارے گئے دن قیامت کے عذاب کے مقابلہ میں چند دن محسوس ہوں گے، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ قیامت کی سختی کو دیکھ کر دنیا کی رحمت یاد کریں گے اور افسوس کریں گے اور وہ دن کم شمار کریں گے۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ دنیا میں ٹھہرنے سے مراد قبر میں ٹھہرنا لیا گیا، قبر سے اٹھائے جانے کے بعد انہیں قبر کا زمانہ یاد ہی نہ ہوگا، قیامت قائم ہونے پر کفار نے مختلف اشکال پیدا کئے ہیں کہ قیامت قائم ہونے کا کوئی مسئلہ نہیں، ان اشکالات میں ایک یہ بھی تھا کہ زمین پر چھائے ہوئے بڑے بڑے پہاڑ یہ کیسے تباہ ہوں گے ان کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا، محبوب! آپ کہہ دیجئے میرا رب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کردے گا اور زمین کو کھلے میدان کی حالت میں چھوڑ دے گا۔ اس زمین میں نہ کسی قسم کی کجی دیکھیں گے نہ نیچ اونچ۔

آیہ مبارکہ میں فرمایا قیامت کے دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے جائیں گے اور رحمان کے خوف سے سب کی آوازیں نیچی ہوں گی اس بلانے والے سے مراد صور میں پھونکنا ہے کہ وہ سب کو محشر میں جمع کر لیا، یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ داعی سے مراد وہ فرشتہ ہے جو اعلان کرے گا بوسیدہ ہڈیو رب کے سامنے حساب کیلئے کھڑی ہو جاؤ، جو فرمایا گیا رحمان کے خوف سے سب کی آوازیں آہستہ ہوں گی۔ تمام انسانوں جنوں کو معلوم ہوگا اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں، آواز دبی ہوگی صرف ہونٹوں کی حرکت محسوس ہوگی کہ گرفت کی ہیبت سے یہ انداز ہوگا۔ یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن قدموں کی آہٹ کے علاوہ کوئی آواز سنائی نہیں دے گی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

صدق اللہ العظیم

اس دن کوئی سفارش فائدہ نہیں دے گی سوا اس شخص کی سفارش کے جسے رحمان نے اجازت دی اور پسند فرمایا ہو(۱۰۹)اس کے قول کو وہ جانتا ہے لوگوں کے آنے والے حالات اوران کے گزرے ہوئے واقعات کواور لوگ اس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے (۱۱۰)اوراُس حی وقیوم کے سامنے سب ذلت سے اطاعت کررہے ہیں اوروہ شخص نامراد ہوگا جوظلم کا بوجھ لاد کر لائے گا (۱۱۱) اور جو شخص ایمان کی حالت میں نیک کام کرے گا اُسے کسی ظلم کا خوف ہوگااور نہ نقصان (۱۱۲)

تفسیر

آیہ مبارکہ میں قیامت کے دن شفاعت کرنے کا ذکر فرمایا گیا، قیامت کے دن ایسا ہرگز نہیں ہوگا کہ جس کا جی چاہے شفاعت کرنے لگے بلکہ شفاعت کا حق صرف اُس کو ہوگا جس کو بارگاہ قدس سے اجازت مل چکی ہوگی اور شفاعت اُن کے حق میں ہوگی جن کا کلمہ شہادت بارگاہ قدس میں قبول ہوگا،اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر شفاعت نہ ہونے کے عنوان کوقرآن مقدس نے دوسری جگہ پراس طرح بیان فرمایا ہے''ولا یشفعون الالمن ارتضٰی'' وہ اسی کی شفاعت کرتے ہیں جس سے اللہ راضی ہو،ملت اسلامیہ کا عقیدہ ہے حضور ﷺ قیامت کے دن مجرموں کی شفاعت فرمائیں گے۔

کسی شخص کے جرم کومعاف کرنے کا سوال کرنا شفاعت ہے،شفاعت کا یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ کسی کی ضرورت پوری کرنے کیلئے شفیع کا بادشاہ سے کلام کرنا شفاعت ہے،سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں، ان میں سے ایک چیز شفاعت ہے۔ حضور ﷺ کی شفاعت کے بارہ میں متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں، مسلم شریف کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ملتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں تمام رسولوں کا قائد ہوں اور فخر نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور فخر نہیں میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی اور فخر نہیں۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں روئے زمین کے تمام درختوں اور پتھروں کی تعداد کے برابر شفاعت کروں گا۔ (مسند احمد)

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اللہ تعالیٰ لوگوں کے پہلے اور پچھلے حالات کو اچھی طرح جانتا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے اگلے حالات سے مراد یہ ہے آخرت کے احوال پچھلے سے مراد دنیا کے حالات، اللہ کو وہ سب کچھ معلوم ہے دنیا میں کیا کرتے رہے اور قیامت میں انہیں اعمال کی جزا کیا ملے گی۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والے کے سامنے سب ذلت سے اطاعت کر رہے ہیں اور وہ شخص نامراد ہوگا ناکام ہوگا جو ظلم کا بوجھ لاد کر لائے گا، ظالم کی رسوائی عذاب کے بعد مومن کی جزا کا ذکر فرما دیا گیا جو شخص ایمان کی حالت میں نیک اعمال کرے گا اُسے نہ ظلم کا خوف ہے نہ کسی نقصان کا۔ اسی عنوان کو قرآن مقدس نے ایک اور مقام پر اس طرح بیان فرمایا ہے" **فمن یومن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا** "جو اپنے رب پر ایمان لائے گا اُسے کسی نقصان کا خطرہ ہوگا نہ کسی ظلم کا۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾

صدق اللّٰہ العظیم

اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی قرآن نازل کیا ہے اور اس میں کئی قسم کی سزاؤں کی خبر سنائی تا کہ لوگ ڈریں یا وہ ان کے دلوں میں نصیحت پیدا کر دے (۱۱۳) بلند شان والا ہے جو سچا بادشاہ ہے اور اس سے پہلے کہ آپ کی طرف پوری وحی کی جائے آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیجئے اور آپ دعا کیجئے اے میرے رب میرے علم کو زیادہ کر دے (۱۱۴) اور بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان کا (نافرمانی کا) قصد نہیں پایا (۱۱۵)

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں قرآن مقدس کی صفات بیان فرمائی گئیں، ایک صفت تو یہ فرمائی گئی کہ قرآن پاک عربی زبان میں ہے تا کہ عرب اس کو سمجھ سکیں اور قرآن شریف کے معجزہ ہونے کی وجوہ کو سمجھ سکیں اور انہیں اچھی طرح پتہ چل جائے قرآن پاک کسی انسان کا کلام نہیں۔ قرآن مقدس کی دوسری صفت یہ فرمائی گئی کہ اس میں سزاؤں کی خبر ہے ہم نے ان خبروں کو بار بار بیان کیا ہے جن کاموں کو ہم نے فرض کیا اور تعمیل نہ کرنے پر سزا سنائی ایسے ہی جن کاموں کو حرام کیا ان کے کرنے پر سزاؤں کا ذکر کیا تا کہ لوگ فرج واجب کو چھوڑنے سے ڈریں یا ان کے دلوں میں نصیحت اور خدا کا خوف پیدا ہو۔ آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے بلند اور سچا بادشاہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ مخلوق اس کی تعظیم کرے اس کی بادشاہی ذاتی ہے، نہ اس کی

بادشاہی کو زوال ہے نہ اسمیں تبدل وتغیر ہے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی اور اس کی بادشاہی کے لائق ہے، اس کی بلندی وعظمت کو عقل فکر و ہم وگماں احاطہ میں نہیں لاسکتے۔ وہ کمی نقصان سے پاک ہے۔

قرآن پاک نازل کرنے میں ایک حکمت یہ ہے کہ لوگ وہ کام نہ کریں جو نامناسب ہیں کسی کی بندگی، اطاعت سے اللہ تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور نہ کسی کی نافرمانی اس کو نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی برتری عظمت اور سچا بادشاہ ہونے کے ذکر کے بعد حضور ﷺ کو فرمایا جارہا ہے آپ قرآن مقدس کی تلاوت کرنے میں جلدی نہ کریں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبریل علیہ السلام جب حضور ﷺ کے پاس کوئی سورت یا آیت لے کر آئے اور نبی پاک علیہ السلام پر تلاوت کرتے، ابھی جبریل علیہ السلام پوری سورت یا آیہ پاک ختم نہ کرتے تھے تو حضور ﷺ پڑھنا شروع کردیتے، اس خوف سے کہ وحی کا کوئی حصہ بھول نہ جائے تو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت میں جلدی نہ کریں یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ نازل شدہ آیہ کو آپ اپنے صحابہ پر اس وقت تک تلاوت نہ کریں جب تک کہ آپ کو اس کے معانی نہ بتائے جائیں اور فرمایا آپ دعا کریں اے میرے اللہ! میرے علم کو زیادہ کردے، فہم زیادہ فرمایا اس کا حفظ زیادہ فرما۔

آیہ کریمہ کے آخری حصہ میں فرمایا گیا بے شک ہم نے اس سے پہلے آدم علیہ السلام سے عہد لیا تھا وہ بھول گئے اور ہم نے ان سے نافرمانی کرنے کا قصد نہیں پایا۔ اس ارشاد کے ساتھ آدم علیہ السلام پر ہونے والا اعتراض ختم ہو گیا کہ آپ نے رب کے حکم کی نافرمانی کی تھی (معاذ اللہ) آپ بھول گئے تھے، اور نافرمانی کرنے کے قصد سے اس درخت سے نہیں کھایا۔ یہ ان کی عصمت کا واضح پہلو ہے، آیہ مبارکہ میں بھول کا ذکر ہے اور یہ ایک غیر اختیاری امر ہے اس لئے اسے گناہ میں شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ حدیث شریف میں ہے ”رفع عن امتی الخطا و النسیان “ میری امت سے خطا اور نسیان کا گناہ معاف کردیا گیا ہے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ لَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَ لَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾

صدق اللہ العظیم

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اس نے انکار کر دیا (۱۱۶) پس ہم نے آدم سے کہا اے آدم یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ آپ دونوں کو جنت سے نکلوا دے تو آپ مشقت میں پڑ جائیں گے (۱۱۷) بے شک آپ جنت میں نہ بھوکے رہیں گے اور نہ برہنہ (۱۱۸) اور نہ آپ جنت میں پیاسے رہیں گے اور نہ دھوپ کی تپش محسوس کریں گے (۱۱۹) شیطان نے ان کی طرف وسوسہ ڈالا اور کہا اے آدم کیا میں دائمی حیات کے درخت کی طرف آپ کی راہنمائی نہ کروں اور اس بادشاہت کی طرف جس کو کبھی زوال نہ ہو (۱۲۰)

تفسیر

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو ابلیس کے بغیر سب نے حکم کی تعمیل کی اور سجدہ کیا ابلیس نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ اس کا حسد تھا کہ اس کی تخلیق آگ سے ہوئی ہے اور آدم مٹی سے پیدا کیا گیا یہ وجہ بھی تھی کہ ابلیس بوڑھا تھا اور آدم نوعمر تھے۔ اس بناء پر اُسے حسد ہو گیا کہ میرے بعد والا عظمت لے گیا یہ بوڑھا ہو کر بھی جاہل تھا آدم علیہ السلام نوعمر ہو کر عالم تھے۔ یہ حسد اس بناء پر بھی تھا کہ ابلیس آگ سے تھا آدم پانی اور مٹی سے۔ پانی، مٹی اور آگ میں اصل کے اعتبار سے عداوت ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو

فرشتوں کا مسجود بنا کر عظیم مقام بخشا پھر فرمایا آدم یہ ابلیس تیرا بھی دشمن ہے، تیری بیوی کا بھی دشمن ہے وہ تمہیں بہکائے گا جنت سے نکلوانے کی کوشش کرے گا اور مشقت میں ڈالے گا، مشقت سے مراد محنت مزدوری کرنا، آدم علیہ السلام کو مشقت میں ڈالنے کا معنیٰ یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہل چلانے کھیتی باڑی کرنے کی مشقت مراد ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مشقت سے مراد آپ کا بیل کے ساتھ ہل چلانا مراد ہے، یہ معنیٰ بھی ہے کہ جنت میں تمام نعمتیں بغیر محنت مشقت کے مل رہی ہیں نہ بھوک کی تکلیف نہ پیاس کی پریشانی نہ برہنگی کا خطرہ ہے۔

آدم آپ شیطان کے مکر و فریب سے بچے رہیں اس کے بہکاوے میں نہ آئیں تا کہ آپ کو جنت سے جانا نہ پڑے، ابلیس اپنی مکاری فریب کاری سے باز نہ آیا، مشفق، مخلص بن کر بہلانا شروع کر دیا اور کہا آدم میں آپ کو ایسا درخت نہ بناؤں جس کا پھل کھانے سے موت کا خدشہ ہمیشہ کیلئے ٹل جائے گا اور تمہیں بادشاہی مل جائے گی اور وہ پھر کبھی بھی زائل نہیں ہوگی، ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

آیہ مبارکہ میں جنت کے اندر بھوک، پیاس نہ لگنے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس پر یہ بات ذہن میں نہ آئے کہ جب تک بھوک نہ لگے کھانے کا ذائقہ ہی نہیں آتا، جب تک پیاس نہ لگے پانی کی لذت محسوس نہیں ہوتی جنت میں بھوک پیاس نہ لگنے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہاں پر بھوک پیاس کی تکلیف نہیں اٹھانی پڑے گی جب کھانے کو جی چاہے گا کھانا مل جائے گا، پینے کو طبیعت چاہے گی تو پانی مل جائے گا انتظار کی تکلیف نہیں ہوگی چاہنے پر فوراً ہر شی مل سکے گی۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَ
طَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ
الْجَنَّةِ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ﴿١٢١﴾
ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿١٢٢﴾

صدق اللہ العظیم

پس ان دونوں نے اس درخت سے کھایا سو اُن دونوں کے ستر کھل گئے اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانپنے لگے اور آدم نے (بظاہر) اپنے رب کی نافرمانی کی تو وہ لغزش میں مبتلا ہو گئے (۱۲۱) پھر اُن کے رب نے انہیں برگزیدہ فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی اور ان کو (بلند درجات) کی ہدایت فرمائی (۱۲۲)

تفسیر

شیطان اپنی فریب کاری سے نہ رُکا اور آدم وحوا کو بہلاتا رہا کہ آپ کو ایک ایسا درخت دکھاؤں جس کا پھل کھانے سے موت کا خدشہ مٹ جائے گا تو آدم وحوا نے اس کے بہکانے پر اس درخت سے پھل کھالیا جس کے بعد ہوا یہ کہ دونوں کے ستر کھل گئے، اور برہنہ ہو گئے پھر اس برہنگی کو دور کرنے کیلئے اپنے جسم کو جنت کے درختوں کے پتوں سے ڈھانپنے لگے، اس غلطی کے ارتکاب کو اس طرح فرمایا گیا کہ آدم سے حکم عدولی ہو گئی اور وہ لغزش میں مبتلا ہو گئے یہاں پر ''غویٰ'' کا یہ معنیٰ بھی کیا ہے کہ آدم علیہ السلام کی زندگی تلخ ہو گئی جنت میں جو عیش آرام تھا وہ نہ رہا، زندگی تلخ ہو گئی۔

رہا یہ اشکال کہ آدم علیہ السلام کی اس لغزش کو نافرمانی کے لفظ سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے تو یہ کہہ دیا جائے گا کہ خاص لوگوں کا معاملہ عام سے مختلف ہوتا ہے، بعض اوقات نیک لوگوں کی نیکیاں بھی بارگاہ قدس میں سیّات شمار کی جاتی ہیں اور ان کے ترک ادنیٰ پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے، اس مقام پر قاضی ابوبکر ابن عربی نے احکام القرآن میں جو لفظ ''عصیٰ'' پر تبصرہ کیا ہے وہ اس اشکال کو اور حل کر دیتا ہے، فرماتے ہیں کسی کو یہ جائز نہیں کہ آدم علیہ السلام کی طرف سے عصیان کا لفظ منسوب کرے، ایسے الفاظ ہمارے اپنے قریبی آباؤ

اجداد کیلئے بھی جائز نہیں پھر ہمارے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کیلئے کیسے جائز ہوگا، جن کا عذر اللہ نے قبول فرمالیا اور معافی کا اعلان کر دیا ان کیلئے تو کسی حال میں بھی جائز نہیں (تفسیر قرطبی) اسی لئے قشیری ابو نصر نے فرمایا اس لفظ کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو عاصی اور غاوی کہنا جائز نہیں۔ مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کو اپنے انداز میں اس طرح فرمایا کہ آدم علیہ السلام نور قدیم کی آنکھ تھے اور آنکھ میں اگر ایک بال بھی پڑ جائے تو وہ کوہِ عظیم کی طرح نا قابل برداشت ہوتا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ
عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى
فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾
وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ
مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾
قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ
كُنْتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾

صدق اللہ العظیم

فرمایا دونوں یہاں سے اکٹھے اتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو وہ نہ بھٹکے گا اور نہ بدنصیب ہو (۱۲۳) اور جس نے میری یاد سے منہ پھیر لیا تو اس کیلئے زندگی تنگ ہو گئی اور اُسے قیامت کے دن اندھا اُٹھائیں گے (۱۲۴) وہ کہے گا میرے رب تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا میں تو بالکل نابینا تھا (۱۲۵)

تفسیر

جنت سے دونوں کو اتر جانے کا حکم فرمایا، یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس دونوں کیلئے بھی ہوسکتا ہے، اس صورت میں ایک دوسرے کا دشمن ہونا واضح ہے کہ دنیا میں جا کر بھی شیطان کی دشمنی جاری

رہے گی یہ احتمال بھی ہے کہ دونوں سے آدم وحوا علیہا السلام ہوں اور باہمی عداوت ودشمنی سے مراد ان کی اولاد میں دشمنی ہو، اولاد کی دشمنی ماں باپ کی زندگی کو بھی تلخ کر دیتی ہے اس باہمی دشمنی کے ذکر کے بعد فرمایا اگر تمہاری طرف میری طرف سے ہدایت آئے اور جس نے ہدایت کی پیروی کی تو وہ نہ بھٹکے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیہ کی تشریف میں فرماتے ہیں جو شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے دنیا میں گمراہ ہونے سے بچائے گا اور قیامت کے دن عذاب سے محفوظ رکھے گا، اگلی آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا جس نے میرے ذکر سے اعراض کیا اس کی زندگی تنگی میں گزرے گی اور ہم اُسے قیامت کے دن اندھا اُٹھائیں گے۔ یہاں زکر سے مراد قرآن مقدس ہوسکتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی بھی، جو قرآن کی تلاوت سے اعراض کرے گا یا حضور ﷺ کی اطاعت سے منہ پھیرے گا تو اس کا انجام یہ ہوگا اس کی معیشت تنگ ہوگی یہ دنیا کا عذاب ہے اور اُسے اندھا کر کے اٹھائیں گے یہ آخرت کا عذاب ہے۔

اس مقام پر یہ اعتراض نہیں ہوسکے گا کہ دنیا میں معیشت کی تنگی تو ایمانداروں کو بھی ہوسکتی ہے یہاں پر دنیا کی تنگی سے مراد قبر کا عذاب ہے، کہ قبر میں ان کی معیشت تنگ کر دی جائے گی قبر ایسا دبائے گی کہ ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔ حضور ﷺ نے خود اس کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ اس سے مراد قبر کا عالم ہے (مظہری)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے تنگی معیشت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اُن سے قناعت کا وصف سلب کرلیا جائے گا اور دنیا کی حرص بڑھادی جائے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا اس کے پاس کتنا ہی مال ودولت اکٹھا ہوجائے، کبھی سکون قلب نہیں مل سکے گا۔ اُسے ہمیشہ مال بڑھانے کی فکر اور نقصان کا خطرہ اُسے بے چین رکھے گا۔

امام ابن ابی حاتم نے تنگی معیشت کا یہ معنیٰ کیا ہے کہ اس کا رزق تنگ ہوجاتا ہے اور تا دمِ مرگ حرام کھاتا رہتا ہے اور مرنے کے بعد عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ ابن عباس نے معیشت تنگ ہونے کا ایک

معنیٰ یہ بھی کیا ہے کہ کافر پر خیر کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے، قرآن مقدس سے اعراض کرنے اور حضور ﷺ کی اطاعت سے منہ پھرنے والے کی آخرت کی سزا اس طرح فرمائی، ہم اُسے اندھا اُٹھائیں گے وہ کہے گا یا اللہ مجھے اندھا کیوں کیا؟ میں تو بینا تھا۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى النُّهٰى ﴿١٢٨﴾

صدق اللہ العظیم

اللہ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس میری نشانیاں آئیں تھیں تو نے انہیں بھلا دیا تھا اور اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا (۱۲۶) اور جو شخص اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور حد سے تجاوز کرے ہم اسی طرح اس کو سزا دیتے ہیں اور بے شک آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور باقی رہنے والا ہے (۱۲۷) کیا انہوں نے اس سے ہدایت نہ پائی کہ ہم ان سے پہلے کتنی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ لوگ چل پھر رہے تھے بیشک اس میں عقل والوں کیلئے ضرور نشانیاں ہیں (۱۲۸)

تفسیر

پچھلی آیہ مبارکہ میں ارشاد تھا کہ میرے ذکر سے اعراض کرنے والے کی سزا یہ ہوگی کہ اُسے قیامت

کو اندھا اٹھایا جائے گا، یا اللہ مجھے اندھا کیوں کر دیا گیا، میں تو بینا تھا اس کا جواب اس آیہ پاک میں دیا گیا تم ٹھیک کہتے ہو دنیا میں تمہاری آنکھیں ٹھیک تھیں مگر تجھے یاد ہے میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی گئی تھیں، ہدایت کی دعوت دی گئی تھی تمہیں سمجھانے کی بڑی کوشش کی گئی مگر تو نے میری آیات کو فراموش کر دیا اور انہیں پس پشت ڈال دیا، یہ اس کی سزا ہے کہ آج تجھے بھی فراموش کر دیا گیا ہے اور ہر وہ شخص جس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا اس کیلئے آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور بہت دیر پا ہے۔

''افلم یہد یہم'' سے فرمایا گیا کیا انہوں نے اس سے پہلے یہ ہدایت نہ پائی کہ ہم کتنی بستیوں کو ہلاک کر چکے ہیں، معنیٰ یہ ہوگا کیا انہیں قرآن پاک نے ہدایت نہ دی، یا رسول اللہ ﷺ نے ہدایت نہ دی کہ ان سے قبل کتنی بستیاں برباد ہو گئیں، یہ معنیٰ بھی ٹھیک ہے کہ کیا انہیں اللہ نے ہدایت نہ دی بے شک اس میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں، کیا مکہ والوں کو ان کی قبر معلوم نہیں جو ان سے صدیوں پہلے اپنے گھروں میں رہتے تھے جب مکہ والے تجارت کی غرض سے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں اور پچھلی اُمتوں کے کھنڈرات کو دیکھتے ہیں تو کیا اُنہیں یہ ڈر نہیں ہوتا کہ اگر وہ اسی طرح اپنے رب کی نافرمانی کرتے رہے تو ان پر بھی وہ عذاب آسکتا ہے، جو پچھلی اُمتوں پر آچکا ہے اگرچہ کئی قوموں پر عذاب آیا، قوم نوح، قوم لوط، قوم عاد، قوم ثمود قوم شعیب، قوم فرعون، اصحاب فیل مگر یہاں مراد قوم لوط و عاد و ثمود ہے کہ ان کی ٹوٹی بستیوں کے کھنڈرات باقی رہ گئے اس لئے کہ انہوں نے اپنی بستیوں پر ناز کیا تھا کہ انہیں یہ مضبوط بستیاں عذاب سے بچالیں گی، یمشون سے مراد شام اور فلسطین کی طرف سفر کرتے ہوئے ان بستیوں کے اندر سے گزرنا ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقهٖ

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے مقدر نہ ہو چکی ہوتی اور ایک معیاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کو اسی وقت عذاب پکڑ لیتا (۱۲۹) آپ ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہئے، طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے اور رات کے بعض اوقات میں اور ان کے حصوں میں بھی تسبیح پڑھتے رہئے تا کہ آپ راضی ہو جائیں (۱۳۰)

صدق اللہ العظیم

تفسیر

آیہ مبارکہ میں فرمایا گیا اگر ہم نے ایک فیصلہ نہ کر دیا ہوتا اور ان کے عذاب کیلئے وقت مقرر نہ ہوتا تو انہیں ابھی برباد کر دیا جاتا لیکن قدرت کا فیصلہ یہی ہے کہ انہیں فوراً ہلاک نہ کیا جائے وہ فیصلہ کن کلمہ کیا تھا؟ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اس لئے یہ مناسب نہ ہوا کہ کفار کو فوری برباد کر دیا جائے بلکہ قیامت تک انہیں مہلت دے دی۔ (تفسیر مظہری)

قرآن مقدس کی دوسری آیہ مبارکہ سے فیصلہ کا عنوان اس طرح بھی ملتا ہے ''ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم ۔'' اللہ کی شان نہیں کہ وہ کفار کو عذاب اس حالت میں دے کہ تو ان میں موجود ہے۔ اگر یہ فیصلہ کن کلمہ نہ ہوتا تو پہلی قوموں کی طرح یہ بھی نشان عبرت بن جاتے، ان کا نام ونشان ہی مٹ جاتا، کفار کو ڈھیل دینے میں کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں یہ بھی ہے کہ اُنہیں سوچنے اور توبہ کرنے کا موقعہ مل جائے اور ایمان لے آئیں، یہ بھی ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں مومن ہوں گی یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی اُمت اور پہلی اُمتوں میں فرق واضح ہو جائے، یہ بھی ہے کہ لوح محفوظ کی تحریر پوری ہو، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مشیت خداوندی ہی یہ تھی کہ انہیں ڈھیل دی

جائے۔قدرت کی طرف سے یہ بات مقدر نہ ہو چکی ہوتی تو انہیں بھی عذاب پکڑ لیتا، یہ حکمت بھی واضح ہے حضور ﷺ بھی رحمت ہیں اور عذاب رحمت کے منافی ہے، عذاب اترنے کی میعاد کا ذکر کیا گیا ہے اس معیاد سے مراد بدر کا دن ہے، ایک قول یہ ہے کہ آخرت کا دن ہے۔ آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا ہے آپ کفار کی دل آزار باتوں پر صبر کریں، دل آزار باتوں میں آپ کی نبوت کی مخالفت، جادوگر کہنا، مجنون کہنا، آپ ان کی تکالیف کے باوجود صبح وشام سورج طلوع ہونے سے پہلے، غروب ہونے سے پہلے، رات کے بعض اوقات میں اپنے رب کی تسبیح پڑھتے رہو تا کہ آپ راضی ہو جائیں۔

اس آیہ مبارکہ میں حضور ﷺ کو صبر کا حکم فرمایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے دشمنوں کی تکالیف سے بچنے کا بہترین علاج صبر اور اللہ کی یاد میں مشغول ہوتا ہے، تجربہ شاہد ہے یہ نسخہ نہایت کامیاب ہے ورنہ انتقام لینے کی فکر ایک مستقل عذاب بن جاتا ہے اور جب انسان کی توجہ رب قدوس کی طرف ہو جائے اور وہ یہ دھیان کرے کہ مشکلات ومصائب میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی تو غیظ وغضب خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

"لعلک ترضیٰ" کے ارشاد سے فرمایا گیا اس تدبیر سے آپ راضی خوشی زندگی بسر کر سکیں گے، یہ معنیٰ بھی کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو اس قدر ثواب عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ آپ کو اس قدر فتوحات عطا ہوں گی کہ آپ راضی ہو جائیں گے یہ معنیٰ بھی کیا گیا کہ آپ کی امت کو اللہ تعالیٰ اتنا زیادہ کرے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے یہ معنیٰ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ آپ کی امت کے افراد کو جنت دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

جب بندے کو اللہ کا نام لینے کی توفیق ہو جائے تو اللہ کا شکر ادا کرے، حمد ذکر کے معنیٰ میں ہے اور نماز کے معنیٰ میں بھی، مفسرین کرام نے اس نماز کے اوقات مقرر کر کے بتائے گئے اس طلوع شمس سے پہلے نماز فجر اور غروب سے پہلے ظہر وعصر اور رات سے مراد رات کی سب نمازیں مغرب اور عشاء یہاں تک کہ نماز تہجد بھی اس میں شامل ہے۔

وصلّی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه سیّدنا محمد وعلیٰ آله واصحابه بعدد خلقه

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْـَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾

صدق اللہ العظیم

اور ہم نے ان میں سے مختلف لوگوں کو آزمانے کیلئے دنیا کی آرائش کی جو چیزیں دے رکھی ہیں آپ ان کی طرف ہرگز آنکھیں نہ پھیلائیں آپ کے رب کا دیا ہوا رزق ہی بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے (۱۳۱) اور آپ اپنے اہل خانہ کو نماز کا حکم دیں اور خود ہی اس پر جمے رہیں ہم آپ سے آپ کے رزق کا سوال نہیں کرتے ہم خود آپ کو رزق دیتے ہیں اور نیک انجام صرف تقویٰ کا ہی ہے (۱۳۲)

تفسیر

حضورﷺ سے فرمایا جارہا ہے، محبوب دوسروں کے پاس جو مال و دنیا ہے اور دنیا کے زیب و زینت کی چیزیں ہیں آپ اُن کو اچھا سمجھتے ہوئے رغبت سے اس کی طرف لمبی نظر نہ کریں اور یہ تمنا نہ کریں کہ آپ کو بھی مل جائیں، یہ دنیا کی چمک دمک کی چیزیں ہیں، آپ کو جو آپ کے رب نے رزق دے رکھا ہے وہی بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے وہ رزق اجر ہے ثواب ہے ہدایت ہے نبوت ہے۔

گھر والوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اس کے بعد حضورﷺ حضرت علی و فاطمہ کے ہاں جاتے ان کو نماز کیلئے اٹھاتے تھے، حضرت عروہ بن زبیر جب بادشاہوں کے محلات میں آرائش کا سامان دیکھتے تو یہ آیہ پڑھتے ''ولاتمدن عینیک'' پھر انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کو تہجد کی نماز کیلئے اٹھاتے اس کے بعد فرمایا ہم آپ سے آپ کے رزق کا سوال کرتے ہیں نہ ان کے رزق کا سوال کرتے ہیں کہ آپ رزق حاصل کرنے کی مصروفیت کی وجہ سے نماز نہ پڑھیں بلکہ اآپ کے اور ان کے

رزق کے ہم ذمہ دار ہیں ۔ جب حضورﷺ کو آپ کے اہل وعیال کی تنگی کا سامنا ہوتا تو آپ نماز پڑھنے کا حکم دیتے ۔ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازیں بھی پڑھیں اور حصول رزق کیلئے کسب بھی کریں ۔

اس آیہ مبارکہ میں دنیا کی زیب وزینت اور مال اسباب سے بے نیازی کا حکم دیا گیا ہے ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا لوگو مجھے تم لوگوں کے بارہ میں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف اور خطرہ ہے وہ دولت زینت دینا ہے ۔ (ابن کثیر)

اس حدیث شریف میں حضورﷺ نے پہلے ہی اُمت کو خبر دے دی کہ آئندہ زمانہ میں تمہاری فتوحات ہوں گی اور مال کی فراوانی ہوگی ،اس صورت حال میں اللہ کی یاد اور اس کے احکام سے غفلت نہ ہو جائے جو آدمی نماز اور اللہ کی عبادت میں رک جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کیلئے رزق کا معاملہ آسان بنا دیتا ہے ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضورﷺ نے فرمایا اللہ فرماتا ہے اے ابن آدم تو میری عبادت کیلئے اپنے آپ کو فارغ کرلے تو میں تیرے سینے کو غنا واستغنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور کر دوں گا اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرا سینہ فکر سے بھر دوں گا اور محتاجی دور نہیں کروں گا ،یعنی جتنا مال بڑھا جائے گا اتنی حرص بڑھتی جائے گی ۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾

اور انہوں نے کہا یہ اپنے رب کی طرف سے ہمارے ہاں کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے کہا ان کے پاس واضح دلیل نہیں آچکی جو پہلی کتابوں میں ہے (١٣٣) اور اگر ہم رسول کو بھیجنے سے پہلے اُنہیں عذاب سے ہلاک کر دیتے تو یہ ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾

صدق اللہ العظیم

رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم پہلے ہی تیری آیتوں کو مان لیتے اور رسوا نہ ہوتے (۱۳۴) آپ کہئے سبھی انتظار کررہے ہیں تم بھی انتظار کروعنقریب تم جان لوگے سیدھی راہ والے اور ہدایت یافتہ کون ہیں (۱۳۵)

تفسیر

کفار نے کہا کہ بغیر دلیل کے اور کسی معجزہ دکھانے کے ایمان لانے کا کوئی معنیٰ نہی، ہم اس کے مکلّف نہیں کہ بغیر کچھ دیکھے ایمان لائیں، بارگاہ قدس سے جواب دیا گیا کیا پہلے صحیفے ان کے پاس نہیں آ چکے تھے، اس ارشاد میں حضور ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے، پہلی کتابوں میں حضور ﷺ کے بارہ میں بشارات سنادی چکی ہیں تمہیں چاہئے کہ ان پر ایمان لاؤ، یہ بشارت تقاضا کرتی ہے کہ تم رسول اللہ کو مانو، ایمان لاؤ کیا تمہیں معلوم نہیں پہلی قوموں نے معجزات کا مطالبہ کیا جب تم نے انہیں ان کے مطالبات پورے کر کے دکھادیئے تو وہ منکر ہوگئے اور ان کی اس بدعملی پر سخت عذاب میں مبتلا کردیئے گئے تم بھی اسی طرز پر کہہ رہے ہو تمہارے مطالبات پورے کردئے گئے اور تم نے نہ مانا تو تم بھی برباد کردئے جاؤ گے۔ بارگاہ قدس سے ارشاد ہے اگر ہم رسول بھیجنے سے پہلے انہیں عذاب سے ہلاک کردیتے تو یہ ضرور کہتے اے اللہ تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم عذاب میں مبتلا ہونے سے پہلے تیری آیتوں کی اتباع کرلیتے۔

محبوب! (ﷺ) آپ فرمادیجئے کہ یہ سب انتظار کررہے ہیں تم بھی انتظار کرو، بہت جلدی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ سیدھی راہ پر چلنے والے اور ہدایت یافتہ کون ہیں۔ اس آیہ کریمہ سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ شرعی احکام نازل ہونے سے پہلے ہر کام مباح تھا، احکام نازل ہوگئے تو وہ واجب ہوگیا جس کے کرنے سے منع فرمادیا گیا وہ حرام ہوگیا۔

آیہ کریمہ کے آخر میں فرما دیا گیا انتظار کرو، قیامت آئے گی تو پتہ چل جائے گا کون حق پر تھا کون باطل پر، دنیا میں تو ہر شخص اپنے عمل کے بہتر اور صحیح ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے لیکن یہ دعویٰ کارآمد نہیں، بہتر اور صحیح طریقہ تو وہی ہوسکتا ہے جو اللہ کے نزدیک مقبول اور صحیح ہو اس کا پتہ قیامت کو چل جائے گا کون حق پر تھا کون غلطی پر۔ آیہ مبارکہ میں کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی کا جواب دیا گیا ہے کہ ساری پہلی کتابیں دلائل سے بھری ہوئی ہیں جن سے حضور کی نبوت ثابت ہوتی ہے، پھر قرآن پاک کے نزول کے بعد کیا کسی ایسی نشانی کی ضرورت ہے جس کا تم انتظار کرتے ہو؟

اس آخری آیت کے اترنے کا سبب یہ بنا ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے آپس میں بات کی کہ مسلمانوں کا شور وغوغا نبی اور قرآن کی باتیں چند دن کیلئے ہیں جب یہ نبی وفات پا گئے تو سب کچھ فنا ہوجائے گا تھوڑا سا انتظار کرو تو یہ آیہ نازل ہوئی تم کسی کی بربادی کا انتظار کروگے، مسلمان خود تمہاری ہلاکت کا انتظار کر رہے ہیں جو تم پر آنے والی ہے بہت جلدی تمہیں پتہ چل جائے گا کون حق پر ہے کون باطل پر۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ

الحمدللہ پارہ نمبر ۱۶ کا ترجمہ وتفسیر آج۔۔۔۔
بوقت سحری مکمل ہوئے اللہ کرے باقی
قرآن پاک کے ترجمہ وتفسیر کی سعادت بھی
نصیب ہو اور قیامت کو نجات کا سبب بنے۔

وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ سیّدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ بعدد خلقہٖ